**بانی ومہتمم :** مفتی محمد رضا قادری نقشبندی مصباحی خلیفہ حضور شیخ العالم وسربراہ اعلیٰ علما کونسل نیپال **بفیض روحانی :** مجمع الفضائل والبرکات،مظہر کمالات امام ربانی حضور شیخ العالم مولانا شاہ احمد رضا نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ **قیادت :** قائد ملت نیپال حضرت مولاناالحاج سید غلام حسین مظہری مرکزی صدر علما کونسل نیپال

**Reg.No: 5310 -2082/2083**

# ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز

Weekly
# The NEPAL URDU TIMES

eSewa

شمارہ نمبر ۹۷
ISSUE (97)

09/ جولائی 2026 مطابق 23/ محرم الحرام 1448ھ 25 گتے اساڑ 2083

12 صفحات

چیف ایڈیٹر: عبدالجبار علیمی نظامی
weeklynepalurdutimes@gamil.com

جلد نمبر ۱
VOL:(1)


## بالین حکومت کے سو (۱۰۰) دن: بد عنوانی اور غفلت پر ۶ ہزار سے زائد سرکاری ملازمین کے خلاف سخت کارروائی

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزیرِ اعظم بالیندر شاہ (بالین شاہ) کی قیادت میں قائم نئی حکومت نے اپنے پہلے ۱۰۰ دن مکمل ہونے پر ۶,۱۴۵ سرکاری ملازمین کے خلاف تادیبی کارروائی کا باضابطہ اعلان کیا ہے۔ حکومت کے ترجمان اور وزیرِ تعلیم و کھیل ساسمِت پوکھریل نے کاٹھمانڈو میں منعقدہ ایک خصوصی پریس کانفرنس کے دوران حکومت کی ۱۰۰ روزہ کارکردگی رپورٹ پیش کرتے ہوئے ان اعداد و شمار کی تصدیق کی۔ ملک بھر کے مختلف سرکاری محکموں میں مانیٹرنگ کے بعد ۶,۱۴۵ ملازمین کو تادیبی اور تادیبی کارروائی کا نشانہ بنایا گیا۔ حکومت نے شفافیت کو یقینی بنانے کے لیے ۷۸۷ سرکاری دفاتر اور ترقیاتی منصوبوں کی سخت مانیٹرنگ کی۔ پچھلی حکومتوں کی جانب سے کی جانے والی ۱,۵۰۰ سے زائد سیاسی تقرریوں کو فوری طور پر منسوخ کر دیا گیا۔ بد عنوانی اور اختیارات کے ناجائز استعمال پر ۱۰۱ افراد اور اداروں کے خلاف ۷ بڑے قانونی مقدمات درج کیے گئے، جن میں ۱۱۸ ارب روپے کے کلیمز شامل ہیں۔ سرکاری دفاتر میں رشوت ستانی اور کاموں میں رکاوٹ ڈالنے والے ۲۶۶ مڈل مین (ایجنٹوں) کو حراست میں لیا گیا اور ۱۷۰ کے خلاف مقدمات درج ہوئے۔ نیپال کی نئی حکومت کا یہ ۱۰۰ روزہ روڈ میپ گورننس کی اصلاحات، ڈیجیٹل اسٹیٹ اور کرپشن کے خلاف مہم پر مبنی تھا جس کا مقصد عوامی نظم و نسق کو بہتر بنانا ہے

وہیں وزارت خارجہ نے موجودہ حکومت کے پہلے ۱۰۰ دنوں کی کامیابیوں کی تفصیلات جاری کرتے ہوئے خدمات کی فراہمی قونصلر امداد اور اقتصادی سفارت کاری کے شعبوں میں نمایاں پیش رفت کا دعویٰ کیا ہے۔ سروسز ڈپارٹمنٹ کی آن لائن قونصلر اور قانونی مشاورت کی خدمات کو ملک بھر کے تمام ۷۷ اضلاع اور ۷۵۳ بلدیاتی اداروں تک پھیلا دیا گیا ہے۔ وزارت کے مطابق پرتگال میں تقریباً ۲۰۰۰ نیپالی شہریوں کو عارضی رہائشی اجازت نامے کے اجراء میں جعلی قونصلر تصدیقی مہروں کی وجہ سے پیدا ہونے والا مسئلہ بھی سفارتی اقدامات کے ذریعے حل کیا گیا۔

وزارت خارجہ نے کہا کہ جنوب مشرقی ایشیا میں آن لائن فراڈ گینگ کا شکار ہونے والے ۸۱۹ نیپالی شہریوں کو نیپالی سفارت خانوں اور دیگر سرکاری اداروں کے ساتھ مل کر بازیاب کر کے اپنے وطن واپس لایا گیا۔ اسی طرح، نیپال کے مسلسل سفارتی اقدامات کے نتیجے میں ۲۰ اپریل کو متحدہ عرب امارات کی حکومت کی طرف سے دی گئی معافی کے تحت ۱۲۸ نیپالی شہریوں کو رہا کیا گیا۔

سعودی عرب نے بھی ۱۶ جون کو ۳۳ نیپالی قیدیوں کو معافی دی تھی۔ وزارت نے یہ بھی کہا کہ بھارتی وزارت خارجہ کے ساتھ بات چیت کے ذریعے نیپال کے تجارتی معاملات اور بھارت کو چائے کی برآمدات اور دیگر تجارتی معاملات کو حل کیا گیا۔ مغربی ایشیا میں بڑھتی ہوئی کشیدگی کے درمیان وزارت نے وہاں رہنے والے نیپالی شہریوں کی حفاظت کو ترجیح دی اور ۲۴ گھنٹے ایمرجنسی رسپانس ٹیم تشکیل دی۔ اس کے ذریعے تنازعات سے متاثرہ علاقوں میں پھنسے ہوئے ۱,۰۴۷ نیپالی شہریوں کو بحفاظت وطن واپس لایا گیا۔ وزارت خارجہ نے کہا کہ یہ تمام اقدامات حکومت کے ۱۰۰ روزہ ایکشن پلان کے تحت لاگو کیے گئے ہیں، جس کا مقصد گڈ گورننس کو مضبوط کرنا، عوامی خدمات کو بہتر بنانا اور نیپال کی سفارتی مصروفیات کو مزید موثر بنانا ہے۔

## وزیر اعظم کی ایشیائی ترقیاتی بینک کے صدر مساتو کنڈا سے ملاقات

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزیراعظم بالین شاہ اور ماساتو کانڈا کے درمیان ایک اہم ملاقات ہوئی، جس میں نیپال حکومت اور ایشین ڈویلپمنٹ بینک کے درمیان گزشتہ چھ دہائیوں سے جاری ترقیاتی شراکت داری کو مزید مضبوط بنانے کے امور پر تفصیلی تبادلۂ خیال کیا گیا۔ ملاقات کے دوران دونوں جانب سے باہمی تعاون کو مزید فروغ دینے اور نیپال کی اقتصادی ترقی کے لیے مشترکہ کوششوں کو جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا گیا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ملک کی ترقی کے لیے ایسی پالیسیاں ضروری ہیں جو عوامی اعتماد کو مضبوط کریں اور اقتصادی مواقع میں اضافہ کریں۔ ملاقات میں نیپال کے اہم اقتصادی شعبوں بالخصوص پن بجلی (ہائیڈرو پاور)، سیاحت، ڈیجیٹلائزیشن اور سیاحتی سڑکوں کے بنیادی ڈھانچے میں تعاون کے امکانات پر مثبت گفتگو ہوئی۔ ایشین ڈویلپمنٹ بینک کے صدر ماساتو کانڈا نے نیپال میں ترقیاتیتعاون کو مزید وسعت دینے کے عزم کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ اے ڈی بی نیپال کی اقتصادی ترقی اور خوشحالی کے سفر میں ایک طویل مدتی شراکت دار کے طور پر اپنا کردار جاری رکھے گا۔ وزیراعظم بالین شاہ اور اے ڈی بی صدر ماساتو کانڈا کی یہ ملاقات نیپال کی ترقی، اقتصادی مضبوطی اور مستقبل کے منصوبوں کے لیے ایک اہم پیش رفت کے طور پر دیکھی جا رہی ہے۔

## تعمیراتی کام میں تاخیر کرنے والے ٹھیکیداروں کے خلاف سخت کارروائی ہو گی: وزیر انفراسٹرکچر

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی۔ نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزیر برائے انفراسٹرکچر وٹرانسپورٹ سنیل لمسال نے تعمیراتی منصوبوں میں غیر ضروری تاخیر کرنے والے ٹھیکیداروں اور غفلت برتنے والے سرکاری اہلکاروں کے خلاف سخت ترین قانونی کارروائی کا اعلان کیا ہے۔ قومی اسمبلی میں بجٹ اجلاس کے دوران گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے واضح کیا کہ ملک میں ترقیاتی کاموں میں سست روی کو اب کسی صورت برداشت نہیں کیا جائے گا۔ حکومت پبلک پروکیورمنٹ ایکٹ (عوامی خریداری کے قانون) میں بڑی تبدیلیاں لا رہی ہے۔ نئی ترامیم کے تحت اب نہ صرف مالیاتی بے ضابطگیوں بلکہ تعمیراتی منصوبوں میں غیر ضروری تاخیر کو بھی بد عنوانی (کرپشن) کے زمرے میں شامل کیا جائے گا۔ وزیر موصوف نے بیوروکریسی کو نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ اب کارروائی صرف ٹھیکیداروں تک محدود نہیں رہے گی۔ وہ سرکاری ملازمین جو فائلوں کو روک کر رکھتے ہیں اور بروقت فیصلے نہیں کرتے، انہیں بھی تادیبی کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مارکیٹ ریٹ سے انتہائی کم بولی دے کر ٹھیکہ حاصل کرنے اور بعد میں کام روکنے والے تاجروں کے راستے بند کیے جائیں گے۔ ٹھیکہ لینے کے بعد حکومت سے ملنے والی پیشگی رقم کے غلط استعمال کو روکا جائے گا۔ غفلت اور لاپرواہی برتنے والی کمپنیوں کے معاہدے فوری طور پر منسوخ کر دیے جائیں گے۔

## وقت پر قانون سازی نہ ہوئی تو مستقبل کے انتخابات سب سے پیچیدہ ہوں: الیکشن کمشنر

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

چیف الیکشن کمشنر رام پرساد بھنڈاری کا انتباہ: وقت پر قانون سازی نہ ہوئی تو ۲۰۲۷ کے انتخابات سب سے پیچیدہ ہوں گے۔ چیف الیکشن کمشنر رام پرساد بھنڈاری نے ۵ سالہ مدت مکمل ہونے پر الوداعی خطاب میں حکومت اور پارلیمنٹ کو فوری طور پر انتخابی اصلاحات کرنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ۲۰۱۷ کا انتخابی قانون ہے۔ لیکن آج ہمارے سامنے سوشل میڈیا مہم، ڈیپ فیک ویڈیو، بیرون ملک سے فنڈنگ اور آن لائن ووٹر رجسٹریشن جیسے چیلنجز ہیں۔ ان کا حل پرانے قانون میں نہیں ہے۔ اگر نئی قانون سازی نہ ہوئی تو آئندہ انتخابات کے انتظامات بہت پیچیدہ ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ وفاقی، صوبائی اور مقامی تینوں سطح کے انتخابات ایک ساتھ کرانے ہیں۔ عملہ کم ہے، بجٹ میں تاخیر ہوتی ہے، اور ٹیکنالوجی پرانی ہے۔ ان تینوں مسائل کو حل کیے بغیر شفاف الیکشن ممکن نہیں۔ آئینی خود مختاری: کمیشن کو اپنا بجٹ اور بھرتی کا اختیار دیا جائے۔ ای ووٹنگ کا پائلٹ پراجیکٹ: بیرون ملک مقیم ۴۰ لاکھ نیپالیوں کے لیے متبادل نظام لایا جائے۔ فاسٹ ٹریک عدالت: انتخابی ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی پر ۹۰ دن میں فیصلہ ہو۔ تقریب میں موجود وزیر قانون نے کہا" حکومت کمیشن کی تمام سفارشات کو سنجیدگی سے لے گی اور رواں اجلاس میں انتخابی اصلاحات کا بل پیش کیا جائے گا۔

بھنڈاری نے کہا: الیکشن کمیشن جمہوریت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اسے کمزور رکھ کر ہم مضبوط جمہوریت کی امید نہیں کر سکتے۔ اب فیصلہ پارلیمنٹ کے ہاتھ میں ہے

## بالین حکومت آئین اور جمہوریہ کو تباہ کرنے کی طرف بڑھ رہی ہے: پرچنڈ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

سابق وزیر اعظم اور نیپالی کمیونسٹ پارٹی کے کوآرڈینیٹر پشپا کمل دہل 'پرچنڈ' نے موجودہ حکومت پر آئین کی پامالی اور وفاقی جمہوریہ کو نقصان پہنچانے کا سنگین الزام عائد کیا ہے۔ کھٹمنڈو میں پارٹی کی ریاستی کمیٹی کے ایک پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت گڈ گورننس اور ترقی کے بجائے ملک کو آمریت کی طرف دھکیل رہی ہے اور آئین کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ پرچنڈ نے دعویٰ کیا کہ حکومت آئین کے تحت حاصل خواتین، دلتوں، اور مقامی و پسماندہ طبقات کے حقوق کو چھیننے اور انہیں رول بیک کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ غیر قانونی بستیوں (جھگی جھونپڑیوں) کو ہٹانا۔ اسٹوڈنٹ یونینز اور ٹریڈ یونینز کے حقوق کو کمزور کرنا۔ ملک کی جغرافیائی حدود اور سرحدوں کے معاملے پر غیر ذمہ دارانہ بیانات۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ آئینی اقدار کے دفاع کے لیے متحد ہو جائیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ اپوزیشن جماعتیں حکومت کے ان آمرانہ رویوں کے خلاف پارلیمنٹ اور سڑکوں پر سخت مزاحمت کریں گی۔ اپنے خطاب میں پرچنڈ نے خود احتسابی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ ان کی پارٹی سے ماضی میں (ان کے تینوں ادوارِ وزارتِ عظمیٰ کے دوران) کچھ سنگین غلطیاں ہوئیں۔ انہوں نے کہا کہ پارٹی نے عارضی سیاسی فائدے کے لیے اپنی بنیادی نظریاتی اور طبقاتی جدوجہد کو نظر انداز کیا، جس کی وہ خود بنیادی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔

## حکومت شہریوں کی زندگیوں سے زیادہ سوشل میڈیا کے 'لائیکس' کو پسند کرتی ہے: گگن تھاپا

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو نیپالی کانگریس کے جنرل سیکریٹری گگن تھاپا نے ڈولپا میں پیش آنے والے سیلاب اور مٹی کے تودے کے واقعے کے بعد حکومت پر شدید تنقید کی ہے۔ انہوں نے حکومت کو "سوشل میڈیا حکومت" قرار دے دیا۔ یہ حکومت شہریوں کی جانوں سے زیادہ سوشل میڈیا اور ٹی وی پر اپنا چہرہ چمکانے کو ترجیح دیتی ہے۔ جب جان جاتی ہے تو صرف فیس بک پر (آر آئی پی) لکھ دیا جاتا ہے۔ ڈولپا کے تھولی بھیرب میں رات 2:15 بجے حادثہ ہوا۔ ہیلی کاپٹر صبح ۱۱ بجے پہنچا۔ ان ۹ گھنٹوں میں کتنے لوگ بچ سکتے تھے؟ حکومت کے پاس ڈیزاسٹر فنڈ ہے، بجٹ ہے، لیکن پلان اور نیت نہیں۔ ۱۰۰ دن میں حکومت نے ۵۰۰ سے زیادہ ٹویٹ کیے، ہر وزیر نے ۲۰۰ سیلفی پوسٹ کیں۔ لیکن ایک بھی ہائی رسک ضلعے میں مستقل ڈیزاسٹر ریسپانس ٹیم نہیں بنی۔ ہر سال ڈولپا، جوملا، مگو میں لوگ مرتے ہیں اور ہر سال یہی وعدے دہرائے جاتے ہیں۔ اس سال ڈیزاسٹر مینجمنٹ کے لیے ۸ ارب کا بجٹ تھا۔ اس میں سے ۲ ارب اشتہار پر خرچ ہوا۔ حفاظتی بند، ارلی وارننگ سسٹم اور مقامی ٹیموں پر کچھ نہیں۔ بجٹ عوام کے لیے نہیں، کیمرے کے لیے ہے۔ وزیر داخلہ اگلے اجلاس میں پارلیمنٹ میں آکر ڈولپا حادثے پر جواب دیں۔ اگر حکومت نے ۲۴ گھنٹے میں قدم نہیں اٹھایا تو ہم ۲۰ بیساکھ سے یو ایم ایل اور جنتا سماج وادی کے ساتھ مل کر ملک گیر احتجاج کریں گے۔ شہری کی جان قیمتی ہے، لائک اور شیئر نہیں۔ اگر حکومت کو عوام کی فکر ہے تو کیمرہ بند کر کے کام شروع کرے۔

## اسکواٹرز کے انتظام میں کمزوریاں ہیں، بہتری کے ساتھ آگے بڑھیں گے: وزیر داخلہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزیر داخلہ سودھن گرونگ نے کاٹھمانڈو کے علاقے بالاجو میں قائم ہولڈنگ سینٹرز کا دورہ کیا، جہاں دریائے باگمتی کے کناروں سے بے دخل کیے گئے اسکواٹرز (بے زمین کچی آبادی کے مکینوں) کو عارضی طور پر رکھا گیا ہے۔ اس موقع پر انہوں نے ماضی کی انتظامی کمزوریوں اور کوتاہیوں پر متاثرہ خاندانوں سے معذرت کا اظہار کیا اور یقین دلایا کہ حکومت ان کے مسائل کو مستقل بنیادوں پر حل کرنے کے لیے سنجیدہ ہے۔ وزیر داخلہ نے واضح کیا کہ اسکواٹرز کی بے دخلی کے دوران انتظامی سطح پر کچھ طریقہ کار کی خامیاں اور کوتاہیاں ہوئیں، جن کے لیے وہ متاثرین سے معافی چاہتے ہیں۔ انہوں

نے یقین دلایا کہ حکومت اب ان مسائل کے بہتر اور انسانی ہمدردی پر مبنی انتظام کے ساتھ آگے بڑھے گی۔ مکینوں کی جانب سے بچوں کی تعلیم اور طبی سہولیات کی کمی سے متعلق شکایات سننے کے بعد، وزیر داخلہ نے موقع پر ہی انتظامیہ اور پولیس ٹیم کو تعینات کرنے کے احکامات جاری کیے۔ انہوں نے ہدایت کی کہ ہولڈنگ سینٹرز کے ریکارڈ کو درست رکھا جائے۔ اور ہنگامی طبی امداد اور سیکیورٹی کو یقینی بنایا جائے۔ حکومت نے ایک ترمیمی اراضی ضابطہ متعارف کرایا ہے، جس کا مقصد ۶۰۰ دنوں کے اندر اندر بے زمین اسکواٹرز کو مستقل رہائش اور زمین فراہم کرنا ہے۔ وزیر داخلہ کا کہنا تھا کہ حکومت عارضی ریلیف کے بجائے ان خاندانوں کی مستقل بحالی اور ہاؤسنگ سیکیورٹی کے ہدف پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے۔


Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

# ہزاروں افراد کی موجودگی میں خامنہ ای کے جنازے کا جلوس عراق میں داخل

نجف، عراق:(ایجنسیاں)
سراقہ رضوی

ایران کے مقتول رہنما آیت اللہ علی خامنہ ای کے سوگواروں نے بدھ کے روز عراق کے مقدس شہر نجف میں ان کے تابوت کے ساتھ مارچ کیا، جبکہ ان کے چھ روزہ جنازے کا جلوس، جس میں ان کے آبائی ملک ایران میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی تھی، سرحد عبور کرتے ہوئے عراق پہنچ گیا۔ مرحوم رہنما کی بڑی بڑی تصاویر اٹھائے ہوئے افراد جلوس کے راستے میں جمع ہوئے اور "امریکہ مردہ باد" اور "اسرائیل مردہ باد" کے نعرے لگاتے رہے، جبکہ خامنہ ای کا تابوت ایک بڑے ٹرک پر رکھ کر شہر کی سڑکوں سے گزارا گیا۔

عراقی اور ایرانی پرچم ہجوم کے اوپر لہرا رہے تھے، جبکہ ایران کی حمایت یافتہ طاقتور عراقی ملیشیاؤں کے جھنڈے بھی نظر آئے، جن کے حامی بھی اس جلوس

میں شریک تھے۔ نجف دنیا بھر کے شیعہ مسلمانوں کے لیے خصوصی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ حضرت امام علیؓ، جو پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد تھے، کے روضۂ مبارک کا شہر ہے۔ خامنہ ای کا تابوت منگل کی شام نجف کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر پہنچا، جہاں عراقی وزیر اعظم علی الزیدی، اعلیٰ سرکاری حکام اور مذہبی شخصیات نے سرکاری استقبالیہ تقریب میں شرکت کی۔ ایرانی صدر مسعود پزشکیان اور اسلامی انقلابی گارڈ کور (آئی آر جی سی) کے کمانڈر بھی اس جنازے کے جلوس میں شرکت کے لیے نجف پہنچے۔ توقع ہے کہ یہ جلوس عراق کے مقدس شہر کربلا تک جاری رہے گا، جس کے بعد تابوت کو تدفین کے لیے دوبارہ ایران واپس لے جایا جائے گا

# امریکی فوج نے ایران پر حملہ کر دیا، بندر عباس میں زور دار دھماکے

واشنگٹن:(ایجنسیاں) امریکی صدر ٹرمپ نے کہا تھا کہ ایران پر اب تک کا سب سے تباہ کن حملہ بدھ کی رات کیا جا سکتا ہے۔ اسی کے ساتھ امریکی فوج نے ایران پر حملہ کر دیا ہے۔ ایران کے بندر عباس اور سیریک علاقے امریکی حملوں کی زد میں ہیں۔ دونوں علاقوں میں زور دار دھماکوں کی آوازیں سنی گئیں۔ ایرانی خبر رساں ایجنسی میزان کے مطابق بندر عباس کے ساتھ ساتھ سیریک میں بھی زور دار دھماکوں کی آوازیں سنی گئیں۔

ایرانی خبر رساں ایجنسی مہر نے بھی بندر عباس میں ہونے والے دھماکوں کی تصدیق کی ہے۔ ایرانی خبر رساں ایجنسی مہر کے مطابق چابہار اور کونارک کے قریب بھی زور دار دھماکوں کی آوازیں سنی گئیں۔ ایرانی فضائی دفاعی نظام کو بھی فعال کر دیا گیا۔ ایران کی سرکاری خبر رساں ایجنسی 'ارنا' کے مطابق تازہ حملوں کے بعد چابہار کے کچھ حصوں میں بجلی کی فراہمی منقطع کر دی گئی ہے۔

ایران کے سرکاری پریس ٹی وی کے مطابق ابو موسیٰ جزیرے پر کل دس دھماکے ہوئے۔ چابہار اور کونارک میں بھی دس دھماکوں کی آوازیں سنی گئیں۔ چابہار کے ایک اسپتال پر فائر کیے گئے ہتھیار کا ملبہ گر گیا۔ پریس ٹی وی کے مطابق بوشہر میں دو پروجیکٹائل بھی گرے اور جاسک میں کئی دھماکے ہوئے۔ امریکی صدر ٹرمپ نے چابہار حملے سے اٹھنے والے شعلوں کی تصویر ٹروتھ سوشل پر شیئر کی۔ انہوں نے لکھا کہ یہ ایران کی جانب سے گزشتہ روز بحری جہازوں پر حملے کا رد عمل ہے۔ انہوں نے مزید دھمکی دی کہ اگر دوبارہ ایسی کارروائی کی گئی تو اس کا رد عمل اور بھی سخت ہوگا۔ امریکی سینٹرل کمانڈ نے ان حملوں کی تصدیق کی ہے۔ امریکی سینٹرل کمانڈ نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر پوسٹ کیا کہ امریکی افواج نے صدر کی ہدایت پر ایران کے خلاف دوبارہ فوجی کارروائی شروع کر دی ہے۔ امریکی فوج نے کہا کہ یہ حملے آبنائے ہرمز میں بحری جہاز رانی کی آزادی کے لیے ایران کی صلاحیت کو مزید کم کرنے کے لیے کیے جا رہے ہیں

# ایرانی فوج نے بحرین میں امریکی اڈوں پر جوابی حملہ کیا

تہران:(ایجنسیاں)۔ بدھ کی صبح، ایرانی فوج نے بحرین میں شیخ عیسی ایئر بیس پر امریکی فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بناتے ہوئے جوابی ڈرون حملے شروع کر دیے۔ فوج نے کہا کہ جنگ بندی معاہدے کی بار بار خلاف ورزی اور معاہدہ توڑنے کے نتائج کا ذمہ دار امریکہ ہے۔ خطے میں تمام امریکی اڈوں کو فوج کے ڈرونز کے لیے جائز اہداف تصور کیا جائے گا۔ رپورٹوں میں، ایرانی سرکاری اور نیم سرکاری خبر رساں اداروں - پریس ٹی وی اور تسنیم نیوز ایجنسی - نے اسلامی جمہوریہ ایران کی فوج کے تعلقات عامہ کے دفتر کے ایک بیان کا حوالہ دیا۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ یہ آپریشن جنوبی ایران میں فوجی اور شہری علاقوں پر امریکی حملوں اور ۱۴ نکاتی جنگ بندی معاہدے کی خلاف ورزی کے جواب میں شروع کیا گیا ہے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ ملک کے جنوب میں فوجی اور شہری علاقوں کے خلاف امریکی دشمن کی جارحیت اور ۱۴ نکاتی معاہدے کی خلاف ورزی کے بعد اسلامی جمہوریہ ایران کے فوجی ڈرون طیاروں نے آج صبح سے بحرین کے شیخ عیسی بیس پر امریکی فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنایا۔

فوج نے خبر دار کیا کہ مزید خلاف ورزیوں کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر حملے ہوں گے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ امریکی فوج کو اپنی صریح اور بار بار خلاف ورزیوں اور جنگ بندی کا معاہدہ توڑنے کے نتائج بھگتنا ہوں گے۔ یہ اعلان اسلامک ریولیشنری گارڈ کور (آئی آر جی سی) کی جانب سے بحرین اور کویت میں ۸۵ امریکی فوجی اڈوں پر حملہ کرنے اور بوشہر صوبے میں امریکی ایم کیو-۹ ڈرون کو مار گرانے کے دعوے کے چند گھنٹے بعد سامنے آیا ہے۔ آئی آر جی سی نے ان حملوں کو صوبہ ہرمزگان اور ماہ شہر میں ساحلی اڈوں اور شہری مراکز کے خلاف امریکی فضائی جارحیت کا ابتدائی رد عمل قرار دیا۔

بدھ کی صبح، ایرانی میڈیا نے جنوبی ایران کے صوبہ ہرمزگان میں سرک کاؤنٹی اور جزیرہ قشم کے قریب متعدد دھماکوں کی اطلاع دی۔ آئی آر جی سی کے تیسرے نیول زون نے اعلان کیا کہ آئی آر جی سی کا ایک رکن جنوبی بندرگاہی شہر ماہ شہر میں دشمن امریکی ڈرونز کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔

فوج نے ان کی شناخت محمد رضا خوزینی کے نام سے کی اور بتایا کہ وہ دشمن کے ڈرون کے ساتھ تصادم کے دوران ایک پراجیکٹائل کے ٹکڑے لگنے سے شہید ہو گیا۔

اسلامی جمہوریہ ایران کے نشریاتی ادارے (آئی آر آئی بی) کے نمائندے نے بھی اطلاع دی ہے کہ سریک کی ماہی گیری اور تجارتی بندرگاہ پر دشمن کے میزائل سے متعدد افراد زخمی ہوئے ہیں۔ جون میں تہران اور واشنگٹن کے درمیان طے پانے والے معاہدے کے بعد یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ امریکا نے ایرانی علاقے کو نشانہ بنایا ہو۔ ایرانی فوج نے بھی پورے خطے میں مسلسل تزویراتی اور حساس امریکی تنصیبات کے خلاف سخت جوابی حملے کیے ہیں۔ یہ واقعہ ایک ایسے وقت میں پیش آیا ہے جب پڑوسی ملک عراق میں رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ سید علی خامنہ ای کے جنازے کے بڑے بڑے جلوس نکالے جا رہے ہیں۔

# ایران کیساتھ جنگ بندی ختم۔ خام تیل کی قیمتوں میں اضافہ

انقرہ (ترکیہ) (ایجنسیاں) امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے ایران کے ساتھ جنگ بندی اور مفاہمتی عمل کو عملاً ختم قرار دیتے ہوئے سخت موقف اختیار کیا ہے۔ ان کے اس غیر متوقع اعلان کے بعد عالمی منڈیوں میں شدید بے چینی پیدا ہو گئی، خام تیل کی قیمتوں میں تقریباً ۵ سے ۶ فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا جبکہ یورپی اسٹاک مارکیٹوں میں نمایاں گراوٹ دیکھی گئی ہے۔ ماہرین معاشیات نے خبر دار کیا ہے کہ اگر امریکہ اور ایران کے درمیان کشیدگی مزید بڑھی تو پوری دنیا ایک نئے معاشی بحران اور مہنگائی کی لہر کی لپیٹ میں آ سکتی ہے۔ ترکیہ کے دارالحکومت انقرہ میں نیٹو سربراہی اجلاس کے موقع پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے صدر ٹرمپ نے کہا کہ ان کے نزدیک ایران کے ساتھ ہونے والی مفاہمتی یادداشت (MOU) اور جنگ بندی اب ختم ہو چکی ہے۔ انہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ "میرے خیال میں ایران کے ساتھ بات چیت ختم ہو چکی ہے۔ میں ایران کے ساتھ مزید مذاکرات نہیں کرنا چاہتا۔ ان سے مذاکرات وقت کا ضیاع ہیں۔" صدر ٹرمپ نے کہا کہ امریکہ نے حالیہ رات ایران میں فوجی کارروائی اس لیے کی کیونکہ ایران کی جانب سے حملے کیے گئے تھے اور ان کا جواب دینا ضروری تھا۔ ان کے مطابق "ہم نے پہلے ہی ایران کو خبر دار کر دیا تھا کہ اگر وہ حملہ کرے گا تو امریکہ بھی بھرپور جواب دے گا۔"

ٹرمپ نے دعویٰ کیا کہ امریکہ کا بنیادی مقصد ایران کو جوہری صلاحیت سے محروم کرنا ہے اور واشنگٹن کسی بھی صورت ایران کو ایٹمی ہتھیار حاصل کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ انہوں نے کہا کہ "اگر ایران کے پاس جوہری ہتھیار آ گئے تو وہ ضرور استعمال کرے گا، اسی لیے ہم اسے ہر قیمت پر روکیں گے۔" امریکی صدر نے ایرانی قیادت پر بھی شدید تنقید کرتے ہوئے انہیں "انتہائی خطرناک لوگ" قرار دیا۔ انہوں نے ایران کو "کینسر" سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ * "کینسر کا علاج یہی ہوتا ہے کہ اسے ابتدا ہی میں ختم کر دیا جائے، ایران کے بارے میں بھی میری یہی سوچ ہے۔" ٹرمپ نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ ایران کی سابق فوجی قیادت ختم ہو چکی ہے اور وہاں نئی قیادت سامنے آ رہی ہے، تاہم انہوں نے اس دعوے کے حق میں کوئی ثبوت پیش نہیں کیا اور نہ ہی کسی آزاد ذریعے سے اس کی تصدیق ہو سکی ہے۔

صدر ٹرمپ نے نیٹو کے کردار پر بھی ناراضی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ایران کے معاملے میں نیٹو نے امریکہ کی توقعات کے مطابق تعاون نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ نیٹو کا سب سے بڑا مالی معاون ہے، اس لیے دیگر رکن ممالک کو بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں۔ ٹرمپ نے کہا کہ "امریکہ کو نیٹو کی اتنی ضرورت نہیں جتنی نیٹو کو امریکہ کی ہے۔" انہوں نے اسپین پر بھی تنقید کی اور کہا کہ اس وقت وہ اسپین کے ساتھ تعلقات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے، تاہم اس کی مزید وضاحت نہیں کی۔ ٹرمپ کے بیان اور امریکہ و ایران کے درمیان حالیہ فوجی کارروائیوں کے بعد عالمی مالیاتی منڈیوں میں شدید اتار چڑھاؤ دیکھنے میں آیا۔ خام تیل کی قیمتوں میں نمایاں اضافہ ریکارڈ کیا گیا: برینٹ کروڈ تقریباً ۶۴ء۸۷ ڈالر فی بیرل تک پہنچ گیا۔ امریکی خام تیل (WTI) تقریباً ۸۵ء۴۷ ڈالر فی بیرل ہو گیا۔ مربان کروڈ بھی بڑھ کر ۲۲ء۴۳ ڈالر فی بیرل تک پہنچ گیا۔

# ایران، امریکہ کشیدگی پر قطر اور چین متحرک

دوحہ / بیجنگ:(ایجنسیاں) ایران اور امریکہ کے درمیان ایک بار پھر بڑھتی ہوئی کشیدگی پر قطر اور چین نے گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے تمام فریقوں سے تحمل کا مظاہرہ کرنے، جنگی صورتحال کو مزید بڑھنے سے روکنے اور سفارتی مذاکرات جاری رکھنے کی اپیل کی ہے۔ خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق قطر نے ایران کی جانب سے کویت اور بحرین پر کیے گئے حملوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسے اقدامات خطے کے امن و استحکام کیلئے نقصان دہ ہیں۔ قطری وزارت خارجہ نے اپنے بیان میں کہا کہ خطے کو ایسے بلاجواز حملوں کے نتائج سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ وزارت نے اس بات پر بھی زور دیا کہ کشیدگی میں کمی لانے کیلئے مذاکرات اور سفارت کاری کا راستہ اختیار کیا جائے اور ایران اور امریکہ کے درمیان طے پانے والی مفاہمتی یادداشت کے تحت ہونے والی پیش رفت کو آگے بڑھایا جائے۔ قطر، ایران اور امریکہ کے درمیان ہونے والے سفارتی رابطوں میں ایک اہم ثالثی کردار ادا کرتا رہا ہے، اسی لیے اس کا یہ بیان موجودہ صورتحال میں خاص اہمیت کا حامل سمجھا جا رہا ہے۔ دوسری جانب چین نے بھی امریکہ کی جانب سے ایران میں متعدد اہداف پر کیے گئے حملوں کے بعد مشرق وسطیٰ میں بڑھتی ہوئی کشیدگی پر تشویش ظاہر کی ہے۔ چینی وزارت خارجہ کی ترجمان ماؤ ننگ نے بیجنگ میں میڈیا بریفنگ کے دوران کہا کہ مشرق وسطیٰ میں جنگ کو دوبارہ بھڑکانا کسی بھی فریق کے مفاد میں نہیں ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ فوجی کارروائیاں بنیادی مسائل کا حل نہیں ہوتیں اور تمام متعلقہ ممالک کو مذاکرات اور سفارتی ذرائع اختیار کرنے چاہئیں۔ چینی حکومت نے ایران اور امریکہ دونوں پر زور دیا کہ وہ تحمل کا مظاہرہ کریں، مزید کشیدگی سے گریز کریں اور اختلافات کو بات چیت کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کریں۔ سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق قطر اور چین کے بیانات اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ عالمی برادری مشرق وسطیٰ میں جاری کشیدگی کو مزید پھیلنے سے روکنے کیلئے سفارتی حل کی حمایت کر رہی ہے

# جے شنکر کی کویت ولی عہد سے ملاقات

کویت سٹی:(ایجنسیاں) ہندوستان کے وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے بدھ کے روز کویت کے ولی عہد شیخ صباح الخالد الصباح سے ملاقات کی اور دونوں ممالک کے درمیان دوطرفہ تعلقات کو مزید وسعت دینے کے مختلف پہلوؤں پر تبادلۂ خیال کیا۔ جے شنکر کا یہ دورہ ان کے کثیر ملکی سفر کا حصہ ہے، جس میں قطر، بحرین، کویت، عمان، امریکہ اور بیلجیم شامل ہیں۔ کویت پہنچنے پر ان کا استقبال نائب وزیر خارجہ حمد سلیمان مشعان المشعان نے کیا۔ وزیر خارجہ نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر ایک پوسٹ میں کہا، "آج صبح کویت کے ولی عہد عزت مآب شیخ صباح الخالد الصباح سے ملاقات میرے لیے باعثِ اعزاز رہی۔ میں نے وزیر اعظم نریندر مودی کی جانب سے نیک تمناؤں کا پیغام پہنچایا۔ دوطرفہ تعاون کو مزید آگے بڑھانے کے لیے ان کے عزم کو سراہتا ہوں اور خلیجی خطے کی تازہ پیش رفت پر ان کے خیالات سے آگاہ کرنے پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" کویت پہنچنے سے قبل جے شنکر نے بحرین کا دورہ کیا، جہاں انہوں نے خلیجی ملک کے ساتھ دیرینہ شراکت داری کو مزید مضبوط بنانے کے ہندوستان کے عزم کا اعادہ کیا۔ وزارتِ خارجہ کے مطابق جے شنکر نے بحرین کے فرمانرواشاہ حمد بن عیسیٰ آل خلیفہ سے ولی عہد اور وزیر اعظم شہزادہ سلمان بن حمد آل خلیفہ کی موجودگی میں ملاقات کی۔ انہوں نے نائب وزیر اعظم خالد بن عبداللہ آل خلیفہ سے بھی ملاقات کی۔ ان ملاقاتوں کے دوران جے شنکر نے صدر دروپدی مرمو اور وزیر اعظم نریندر مودی کی جانب سے نیک خواہشات پہنچائیں اور بحرین کے ساتھ دیرینہ دوستانہ تعلقات کو مزید مستحکم بنانے کے ہندوستان کے عزم کا اعادہ کیا۔ انہوں نے بحرین میں مقیم ہندوستانی برادری کی سلامتی، تحفظ اور فلاح و بہبود کو یقینی بنانے پر بحرینی قیادت کا شکریہ بھی ادا کیا۔ وزارت خارجہ کے مطابق جے شنکر نے بحرین کے وزیر خارجہ عبداللطیف بن راشد الزیانی کے ساتھ بھی دوطرفہ مذاکرات کیے۔ دونوں رہنماؤں نے دوطرفہ تعلقات کا جائزہ لیا، مختلف شعبوں میں تعاون بڑھانے کے امکانات پر تبادلۂ خیال کیا اور علاقائی و عالمی امور پر بھی گفتگو کی۔ جے شنکر نے ۲۰۲۶-۲۷ کی مدت کے لیے بحرین کے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے غیر مستقل رکن منتخب ہونے پر بھی مبارک باد پیش کی۔ بحرین کے دورے کے دوران وزیر خارجہ نے وہاں مقیم ہندوستانی برادری سے بھی ملاقات کی اور بحرین کی اقتصادی ترقی میں ان کے کردار اور دونوں ممالک کے عوام کے درمیان تعلقات مضبوط بنانے میں ان کی خدمات کو سراہا۔ اس سے قبل جے شنکر نے قطر کا دورہ مکمل کیا، جہاں انہوں نے قطر کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ شیخ محمد بن عبدالرحمن آل ثانی کے ساتھ تفصیلی دوطرفہ مذاکرات کیے۔ ان مذاکرات میں توانائی کے تحفظ، تجارت، تزویراتی سرمایہ کاری اور ہندوستان و قطر کے درمیان عوامی روابط کو مزید مستحکم بنانے پر خصوصی توجہ دی گئی۔

# شہید رہبرِ اعلیٰ کا آخری دیدار! تہران میں گرینڈ مصلیٰ کے دروازے عوام کے لیے کھول دیے گئے۔

نمائندہ، نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

شہید خامنہ ای کو خراجِ عقیدت، تعزیتی اجتماع کے لیے دنیا بھر سے وفود آئے۔

شہید امام خامنہ ای نے مزاحمت کو عالمی تحریک کی شکل دے دی۔

شہید رہبر کی آخری رسومات کی خبر ایشیائی میڈیا کی شہ سرخی بن گئی۔

خبر کے اہم نکات)

عوام کے لیے آخری دیدار: تہران کے گرینڈ مصلیٰ میں شہید رہبرِ اعلیٰ آیت اللہ علی خامنہ ای کے آخری دیدار کے لیے دروازے عوام کے لیے کھول دیے گئے ہیں، جہاں لاکھوں سوگوار موجود ہیں۔

عالمی وفود کی شرکت: دنیا بھر سے ۱۰۰ سے زائد ممالک کے وفود اور اہم شخصیات تعزیتی اجتماعات اور آخری رسومات میں شرکت کے لیے تہران پہنچ رہے ہیں، جن میں پاکستان، ترکی، قطر، اور سعودی عرب سمیت دیگر ممالک شامل ہیں۔

آخری رسومات کا شیڈول: تہران میں نمازِ جنازہ کے بعد، میت کو تدفین کے لیے مشہدِ مقدس منتقل کیا جائے گا جہاں انہیں امام رضا علیہ السلام کے روضہ مبارک کے قریب سپردِ خاک کیا جائے گا۔ عالمی میڈیا کی توجہ: ایشیائی، یورپی اور مشرق وسطیٰ کے میڈیا نے اس ایونٹ کو بھرپور کوریج دی ہے اور اسے تاریخ کا ایک بڑا اجتماع قرار دیا جا رہا ہے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +9779701714929, +977 9817619786, +9779821442810

## بالین حکومت سو (۱۰۰) دنوں میں مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے: شنکر پوکھرل

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی. نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

کاٹھمانڈو اپوزیشن جماعت کمیونسٹ پارٹی آف نیپال (سی پی این۔یو ایم ایل) نے وزیر اعظم بالیندر شاہ (بالین شاہ) کی حکومت کے پہلے ۱۰۰ دنوں کو مکمل طور پر ناکام، کمزور اور متنازع قرار دیا ہے۔ پارٹی کے جنرل سیکرٹری شنکر پوکھریل کی جانب سے جاری کردہ تفصیلی جائزے میں حکومت کی کارکردگی پر شدید تنقید کی گئی ہے۔ یو ایم ایل (یو ایم ایل) کے مطابق حکومت عوام کی توقعات پر پورا اترنے اور گڈ گورننس قائم کرنے میں بری طرح ناکام رہی ہے۔ حکومت پر الزام ہے کہ وہ سیاسی جماعتوں سے مشاورت کیے بغیر، ایک غیر شفاف ٹاسک فورس کے ذریعے آئین میں ترمیم کی کوشش کر رہی ہے۔ اپوزیشن کا کہنا ہے کہ احتساب اور انسدادِ بدعنوانی کی مہم محض ایک دکھاوا ہے، جس کا مقصد اپوزیشن رہنماؤں کو نشانہ بنانا ہے۔ حکومت پر وفاقیت کو کمزور کرنے اور صوبوں کو بااختیار بنانے کے بجائے تمام اختیارات وزیر اعظم کے دفتر میں مرکوز کرنے کا الزام ہے۔ یو ایم ایل کے مطابق سنگھ دربار (حکومتی مرکز) کو قانون کے دائرے سے باہر موجود افراد کے ذریعے من مانے طریقے سے چلایا جا رہا ہے۔ حکومت گرتی ہوئی معیشت کو سنبھالنے، روزگار فراہم کرنے اور گنے و ڈیری کے کسانوں کو ادائیگیاں یقینی بنانے میں ناکام رہی ہے۔ یو ایم ایل نے الزام لگایا کہ حکومت نے غریبوں اور بے زمین لوگوں کو متبادل فراہم کیے بغیر ان کے گھر گرائے اور انسانی حقوق کی رپورٹس کو پسِ پشت ڈال دیا

## ملک بھر میں صاف پینے کے پانی کی فراہمی کا منصوبہ

شفیق رضا
کاٹھمانڈو۔

فیڈرل پارلیمنٹ کی انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ کمیٹی نے حکومت کو ہدایت کی ہے کہ وہ ملک بھر کے شہریوں کو صاف اور معیاری پینے کے پانی کی آسان فراہمی کو یقینی بنائے۔ بدھ کو ہونے والے کمیٹی کے اجلاس میں چیئرمین آشیش گجوریل نے متعلقہ اداروں اور انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ سے متعلق وزارتوں کو ہدایت کی کہ وہ آئندہ ۱۵ دن کے اندر ایک واضح ایکشن پلان کے ساتھ تفصیلات فراہم کریں۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے چیئرمین گجوریل نے ۷۷ اضلاع کے تقریباً ۳ کروڑ شہریوں کے لیے کافی اور صاف پینے کے پانی کے انتظام کے بارے میں ٹھوس اور "کانکریٹ" جواب کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کاٹھمانڈو ویلی سمیت ملک بھر میں پینے کے پانی کے بڑھتے ہوئے مسئلے پر تشویش کا اظہار کیا اور کہ صاف پینے کے پانی کا انتظام ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ کمیٹی نے متعلقہ منصوبوں کے سربراہوں کے ساتھ رابطہ کر کے جلد ہی موقع پر معائنہ کرنے کی تیاری بھی کر لی ہے۔ اس کے لیے کمیٹی متعلقہ اداروں کو اپنی ترجیحات اور منصوبے فراہم کرنے کے لیے خط لکھے گی۔

"عام شہریوں کو صاف پینے کا پانی کب تک دستیاب ہوگا، اس سوال کا ٹھوس جواب ابھی تک نہیں ملا ہے۔ اس لیے ہم آئندہ ۱۵ دن کے اندر ایک واضح ایکشن پلان اور ٹائم لائن کے ساتھ تفصیلات فراہم کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ حاصل کردہ ایکشن پلان کی بنیاد پر کمیٹی ریگولیشن اور نگرانی کا عمل شروع کرے گی،" گجوریل نے کہا۔

اجلاس میں سڑکوں کی حفاظت کے بل اور آفات کے دوران ٹرانسپورٹیشن کے نظام کو چلانے کے موضوع پر بھی بات چیت ہوئی۔ اس سلسلے میں وزارت کی جانب سے کام جاری ہونے کی اطلاع ملی ہے اور کمیٹی اس سلسلے میں مسلسل فالو اپ کرے گی

## حکومت سو (۱۰۰) دنوں میں عوامی توقعات کے مطابق کام کرنے میں ناکام رہی: چیئرمین ہرکا راج رائے

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

جنتا سماجوادی پارٹی کے چیئرمین اشوک رائے نے حکومت کی ۱۰۰ دن کی کارکردگی پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ "یہ حکومت عوام کے لیے نہیں، اشتہار کے لیے کام کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ انتخاب کے وقت بڑے بڑے وعدے کیے گئے تھے۔ کہا گیا تھا ۱۰۰ دن میں مہنگائی کم ہوگی، نوجوانوں کو نوکری ملے گی، بدعنوانی ختم ہوگی۔ لیکن آج عوام پوچھ رہے ہیں۔ بدلا کیا؟ جواب ہے۔ کچھ نہیں۔ چیئرمین رائے کی ۴ نکاتی چارج شیٹ۔ ۱. مہنگائی کا طوفان سرکاری اعداد و شمار کہتے ہیں مہنگائی ۴٪ کم ہوئی۔ لیکن بازار میں چاول ۳۰٪، خوردنی تیل ۲۵٪ اور دالیں ۳۵٪ مہنگی ہیں۔ غریب کا چولہا ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ ۲. روزگار کا وعدہ فریب نکلا۔ ۵۰ ہزار سرکاری نوکری اور ۵ لاکھ روزگار کا اعلان تھا۔ ۱۰۰ دن گزر گئے، ایک بھی مستقل بھرتی نہیں ہوئی۔ نوجوان آج بھی خلیج اور ملائشیا کی فلائٹ پکڑ رہے ہیں۔ ۳. بدعنوانی کا نیا ماڈل لاکر شفافیت کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چھوٹے ٹھیکیدار ختم اور بڑے گھرانوں کی اجارہ داری بڑھ گئی۔ بیرگنج، بیراٹنگر اور بھیرہوا بارڈر پر منتھلی سسٹم آج بھی چل رہا ہے۔ ۴. گورننس کا فقدان وزیر صرف ٹی وی ڈیبیٹ اور فیس بک لائیو میں مصروف ہیں۔ ضلعوں میں کوئی ترقیاتی کام نہیں۔ عوام کی شکایات سننے والا کوئی نہیں ہے۔ چیئرمین رائے نے حکومت کو الٹی میٹم دیا: ۱۵ دن کے اندر پارلیمنٹ کا خصوصی اجلاس بلا کر ۱۰۰ دن کا سفید کاغذ پیش کیا جائے ۲. مہنگائی کنٹرول کے لیے اپوزیشن کو شامل کر کے ایمرجنسی ٹاسک فورس بنائی جائے ۳. نوجوانوں کے لیے ۱۰۰ دن کا روزگار پیکج فوری لایا جائے۔

## آئین کے بنیادی ڈھانچے سے چھیڑ چھاڑ برداشت نہیں: جنتا سماج وادی پارٹی

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

جنتا سماجوادی پارٹی نیپال نے واضح کیا ہے کہ آئین کے بنیادی کردار اور اس کی اصل خصوصیات کو تباہ کرنے والی کوئی بھی ترمیم ناقابل قبول ہے اور ایسی کسی بھی کوشش کی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔ پارٹی کا کہنا ہے کہ دنیا کے تمام بڑے دساتیر میں کچھ ایسے ناقابلِ ترمیم پہلو ہوتے ہیں جنہیں عام عمل کے ذریعے تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ نیپال کے آئین میں وفاقیت، جمہوریت، سیکولرازم، شمولیت اور جمہوریہ جیسے اصول ملک کی اصل شناخت ہیں۔ جے ایس پی نیپال نے خبردار کیا ہے کہ اگر وقتی سیاسی مفادات کے لیے آئین کی روح کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی، تو ملک دوبارہ نسلی، لسانی اور علاقائی تنازعات اور بدامنی کا شکار ہو سکتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جے ایس پی نیپال آئینی ترمیم کی مخالف نہیں ہے بلکہ وہ خود آئین کو "نامکمل" قرار دیتی رہی ہے، تاہم وہ ایسی اصلاحات چاہتی ہے جو پسماندہ طبقات کو حقوق دیں: وہ صوبوں کی حدود کو قومی اور نسلی شناخت کی بنیاد پر ازسرنو تشکیل دینے کا مطالبہ کرتی ہے۔ پارٹی ملک میں پارلیمانی نظام کے بجائے براہ راست منتخب ایگزیکٹو صدر کا نظام لانے کی حامی ہے۔ وہ ایک اعلیٰ سطحی آئینی جائزہ کمیشن کے قیام کا مطالبہ کرتی ہے تاکہ اس کی سفارشات کی روشنی میں آئین کو عوامی امنگوں کے مطابق بنایا جائے، نہ کہ اس کی اصل روح کو ختم کیا جائے.

## ڈاکٹر دیویندر کھتری میڈیکل ایجوکیشن کمیشن کے نئے نائب صدر مقرر

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

کابینہ نے منگل کو "ڈاکٹر دیویندر کھتری" کو میڈیکل ایجوکیشن کمیشن کا نائب صدر مقرر کرنے کی منظوری دی ہے۔ وہ سابق نائب صدر ڈاکٹر شرادا مانی خرل کی جگہ لیں گے۔ گزشتہ ۳ ماہ سے نائب صدر کا عہدہ خالی تھا۔ میڈیکل کالجوں میں فیس، داخلہ اور انٹرن شپ کے معاملات رُکے ہوئے تھے۔ طلبہ تنظیمیں اور ڈاکٹر جلد تقرری کا مطالبہ کر رہے تھے۔ کابینہ اجلاس کے بعد "وزیر تعلیم" نے کہا ڈاکٹر کھتری کا انتخاب میرٹ کی بنیاد پر ہوا ہے۔ وہ فیلڈ کے تجربہ کار ہیں اور کمیشن میں اصلاحات لائیں گے۔ ۱فیس کا مسئلہ: پرائیویٹ میڈیکل کالج ۴۰-۵۰ لاکھ تک فیس لے رہے ہیں۔ حکومت کا کوٹہ ۲۵ لاکھ ہے۔ فرق کیوں؟ ۲. داخلہ میں شفافیت: ڈونیشن اور سیاسی سفارش کے الزامات ختم کرنا ۳. ڈاکٹروں کی کمی: پہاڑی علاقوں میں ڈاکٹر نہیں جاتے۔ بانڈ سسٹم ناکام ۴. انٹرن شپ: سرکاری ہسپتالوں میں رہائش اور سہولیات ناکافی ۵. نئے سرکاری میڈیکل کالج: ۶ صوبوں میں وعدے ہوئے تھے، ۲ ہی بنے۔ عہدہ سنبھالنے کے بعد انہوں نے کہا: میرے لیے ۳ چیزیں سب سے اہم ہیں: سستا میڈیکل ایجوکیشن، شفاف داخلہ، اور غریب مریض کو عزت۔ کمیشن کو کسی سیاسی دباؤ میں نہیں آنے دوں گا۔ انہوں نے اگلے ۳۰ دن میں تمام میڈیکل کالجوں کا آڈٹ اور فیس کا جائزہ لینے کا اعلان بھی کیا۔ طلبہ یونین "ہم ۳ مطالبے رکھتے ہیں: فیس ۲۵ لاکھ فکس، سرکاری کالج جلدی کھولیں، اور انٹرن ڈاکٹروں کو وظیفہ

## آئینی ترمیم: یو ایم ایل اور نیپالی کانگریس کا حکومتی ٹاسک فورس کو تجاویز دینے سے انکار

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپالی کانگریس اور سی پی این (یو ایم ایل)، آئینی ترمیم پر حکومت کی تشکیل کردہ ٹاسک فورس کو کوئی تجاویز فراہم نہیں کریں گی۔ ان دونوں جماعتوں نے مشترکہ طور پر حکومت کی 'آئینی ترمیم ترمیمی ڈسکشن پیپر ٹاسک فورس' کا بائیکاٹ کرتے ہوئے اس سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ اس فیصلے کی بنیادی وجوہات درج ذیل ہیں۔ کانگریس اور یو ایم ایل کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ موجودہ حکومت (جس کی قیادت راشٹریہ سوانتنتر پارٹی اور دیگر کے اتحاد کے پاس ہے) نے آئینی ترمیم کے حوالے سے اپنا ایجنڈا اور باقاعدہ موقف واضح نہیں کیا ہے۔ ایسی صورت حال میں حکومت کی ٹاسک فورس کے ساتھ مذاکرات کا کوئی فائدہ نہیں۔ دونوں جماعتوں کا موقف ہے کہ حکومت آئین کے بنیادی ستونوں (جیسے پارلیمانی نظام، وفاقیت اور جمہوریت) کو تبدیل کرنا چاہتی ہے، جب کہ وہ موجودہ پارلیمانی نظام اور وفاقی ڈھانچے کے تحفظ کے حق میں ہیں۔ یو ایم ایل اور نیپالی کانگریس نے واضح کیا ہے کہ وہ آئینی ترمیم کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ وہ اپنی اپنی پارٹیوں کے اندرونی فورمز پر تجاویز تیار کر رہی ہیں اور مناسب وقت پر اپنا نکتہ نظر براہِ راست عوام اور پارلیمنٹ کے سامنے رکھیں گی۔ اس بائیکاٹ کے باوجود، حکومت کی یہ ٹاسک فورس (جس کی سربراہی عاصم شاہ کر رہے ہیں) دیگر ذرائع اور ماہرین سے حاصل کردہ تجاویز کی روشنی میں اپنی فائنل رپورٹ جولائی ۲۰۲۶ کے وسط تک وزیر اعظم کو پیش کرنے کی تیاری کر رہی ہے

## نیپال بھارت ریل منصوبے کے آخری مرحلے پر کام شروع، دو سال میں بردیباس تک خدمات کے شروع ہونے کی امید

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال اور ہندوستان کے درمیان چلنے والی واحد ریلوے سروس کی توسیع کے آخری مرحلے پر تعمیراتی کام شروع ہو گیا ہے۔ زمین کے معاوضے کے تنازعہ کے حل کے بعد، جے نگر۔ بردیباس ریلوے کے باقی ۱۸ کیلو میٹر کی تعمیر میں تیزی آئی ہے۔ دھنوشہ اور مہوتری اضلاع میں ٹریک بچھانے کا کام تیزی سے جاری ہے۔ نیپال ریلوے کمپنی کے جنرل منیجر پرویش پارا جولی کے مطابق تعمیراتی کمپنی ارکان انٹرنیشنل نے زمین کے معاوضے کا تنازعہ حل ہونے کے بعد کام شروع کر دیا ہے۔ اس کا مقصد اگلے دو سالوں میں بردیباس تک ریل سروس شروع کرنا ہے۔ زیر تعمیر ۷۰ کلومیٹر لمبی جے نگر بردیباس ریلوے لائن کے جے نگر کرتھا سیکشن پر باقاعدہ ریل سروس ۱۹ مارچ ۲۰۲۲ س سے شروع ہے۔ اس دوران، نیپال ریلوے کمپنی نے بھی قبضہ شدہ اراضی کی نشاندہی اور ان کا پتہ لگانے کی مہم شروع کی ہے۔ جنرل منیجر پاراجولی نے بتایا کہ مختلف مقامات پر ریلوے کی زمین پر تجاوزات کی نشاندہی نقشوں کی بنیاد پر کی جارہی ہے۔ جے نگر بردیباس ریل پروجیکٹ نیپال اور ہندوستان کے درمیان ایک اہم سرحد پار براڈ گیج ریل پروجیکٹ ہے، جو دونوں ممالک کے درمیان دو طرفہ تعاون کے تحت تعمیر کیا جا رہا ہے۔ اس منصوبے سے نیپال کے ریل کے بنیادی ڈھانچے کو نمایاں طور پر وسعت دینے نیپال اور ہندوستان کے درمیان سفر تجارت اور اقتصادی سرگرمیوں کو فروغ ملنے کی توقع ہے

## بنکاک سے کاٹھمانڈو پہنچنے والا ہندوستانی مسافر ۸.۲ کلو منشیات کے ساتھ گرفتار

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال پولیس نے اتوار کی صبح تھائی لینڈ سے کاٹھمنڈو کے تریبھون بین الاقوامی ہوائی اڈے پر پہنچنے والے ایک ہندوستانی مسافر کو اس کے پاس

سے ۸ء۲ کلو گرام چرس برآمد کرنے کے بعد گرفتار کیا تریبھون بین الاقوامی ہوائی اڈے پر سامان کی جانچ کے دوران نیپال پولیس کے نارکو ٹکس کنٹرول بیورو نے ایک چاکلیٹ کے پیکٹ کے اندر چھپائی گئی ۲ کلو ۸۰۰ گرام تھائی چرس ضبط کی۔ ۵۷ سالہ بری چھتری، جو کولکاتا، مغربی بنگال کا رہنے والا ہے، کو بعد میں گرفتار کیا گیا۔ نارکو ٹکس کنٹرول بیورو کے ترجمان سپرنٹنڈنٹ آف پولیس درگراج رگمی کے مطابق بری چھتری تھائی لینڈ کے دارالحکومت بنکاک سے تھائی ایئرویز کی پرواز ٹی جی-۳۰۹ کے ذریعے نیپال پہنچے تھے۔ ابتدائی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ پکڑی گئی چرس تھائی لینڈ سے نیپال کے راستے بھارت کے شہر کولکتہ پہنچائی جا رہی تھی۔ پولیس نے اس کا پاسپورٹ اور موبائل فون بھی ضبط کر لیا۔ نارکو ٹکس کنٹرول بیورو نے بتایا کہ ہری چھتری کے خلاف منشیات کی سمگلنگ کیس کی مزید تحقیقات جاری ہیں۔

## ڈولپا: میں سیلاب اور مٹی کے تودے گرنے سے ۱ خاتون جاں بحق، ۶ زخمی، ۴ گھر تباہ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
. نمائندہ نیپال اردو ٹائمز

ڈولپا نیپال کے علاقے جاگڈلا دیہی میونسپلٹی میں شدید بارشوں کے باعث سیلابی ریلے اور مٹی کے تودے گرنے سے ۵۶ سالہ خاتون جاں بحق اور ۶ افراد زخمی ہو گئے ہیں۔ یہ واقعہ جاگڈلا کے علاقے غیرے گاؤں میں اتوار کی صبح ۳ بجے پیش آیا جب قریبی نالہ دھولا کھولا بپھر کر رہائشی بستی میں داخل ہو گیا۔ ملبے اور سیلابی ریلے کی زد میں آکر ۵۶ سالہ آنندی بی کے موقع پر ہی جاں بحق ہو گئیں۔ ۶ مقامی افراد زخمی ہوئے جنہیں جھیاکوٹ ہیلتھ پوسٹ منتقل کیا گیا۔ شدید زخمی ریولی بی

کے کو مزید علاج کے لیے ہیلی کاپٹر کے ذریعے دوسری جگہ منتقل کرنے پر بھی غور کیا جا رہا ہے۔ سیلابی ریلے کے باعث ۱۰ کے قریب مکانات کو نقصان پہنچا۔ نیپال آرمی، نیپال پولیس اور مسلح پولیس فورس کی ٹیمیں علاقے میں ریسکیو اور ریلیف کے کاموں میں مصروف ہیں

## حکومت کا بڑا اقدام: بدعنوانی کے خاتمے کے لیے "قومی دیانتداری پالیسی" نافذ

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

حکومت نے بدعنوانی کے خاتمے، شفافیت کو فروغ دینے اور گڈ گورننس (حُسنِ انتظام) کو برقرار رکھنے کے لیے باضابطہ طور پر "قومی دیانتداری پالیسی ۲۰۸۳" متعارف کرائی ہے۔ نیپالی کابینہ سے منظور ہونے والی اس نئی تعلیمی اور انتظامی پالیسی کا بنیادی مقصد معاشرے اور سرکاری اداروں میں اخلاقی اقدار اور قانون کی حکمرانی کو مضبوط بنانا ہے۔ اس پالیسی کے تحت اسکولوں سے لے کر اعلیٰ تعلیم (یونیورسٹی لیول) تک کے نصاب میں اخلاقیات اور دیانتداری کے اسباق کو لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔ پبلک سروس کمیشن اور دیگر سرکاری ملازمتوں کے امتحانی عمل میں بھی دیانتداری اور اخلاقی تعلیم کے موضوعات شامل کیے گئے ہیں تاکہ مستقبل کے افسران نظریاتی طور پر بدعنوانی سے پاک ہوں۔ تمام سرکاری حکام، وزراء اور عوامی عہدے داروں کے لیے اپنے اثاثے اور آمدنی کے ذرائع عوامی سطح پر ظاہر کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ پالیسی کے تحت سیاسی جماعتوں کے مالیاتی امور اور غیر سرکاری تنظیموں کو ملنے والی فنڈنگ کی سخت نگرانی کی جائے گی۔ چیف سیکریٹری کی سربراہی میں ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی قائم کی گئی ہے جو اس پالیسی کے نفاذ کی نگرانی کرے گی اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت تادیبی سزائیں دی جائیں گی۔ یہ پالیسی حکومت (وزیر اعظم بالین شاہ کی قیادت میں) کے اس ۱۰۰ نکاتی اصلاحاتی ایجنڈے کا حصہ ہے جس کا مقصد ریاست کو جدید بنانا ہے

## وزیر داخلہ کا بیرگنج بارڈر پر اچانک چھاپا: ۳ افسر معطل، خاتون تاجر کی بند کمرے میں انکوائری

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
بیرگنج

وزیر داخلہ سودھن گرونگ نے نیپال اور بھارت کے اہم تجارتی مرکز بیرگنج بارڈر کا اچانک اور خفیہ دورہ کیا ہے۔ اس سرپرائز انسپکشن کا بنیادی مقصد سرحد پر سیکیورٹی انتظامات، کسٹمز قوانین کے نفاذ اور غیر قانونی اسمگلنگ کی روک تھام کا جائزہ لینا تھا۔ سوشل میڈیا رپورٹس اور مقامی میڈیا کے مطابق، اس اچانک کارروائی کے دوران فرائض میں غفلت برتنے پر ۳ سرکاری افسران کو معطل کر دیا گیا ہے، جبکہ ایک مبینہ خاتون تاجر سے متعلق بند کمرے میں انکوائری (تحقیقات) بھی عمل میں لائی گئی ہے۔ وزیر داخلہ سودھن گرونگ نے مقامی انتظامیہ اور سیکیورٹی ایجنسیوں کو پہلے سے مطلع کیے بغیر بیرگنج بارڈر ایریا کا دورہ کیا تاکہ وہ زمینی حقائق کا خود مشاہدہ کر سکیں۔ بارڈر مینجمنٹ، پبلک سروس کی فراہمی اور کسٹمز چیکنگ کے نظام میں سنگین خامیاں اور لاپرواہی پائے جانے پر فوری ایکشن لیتے ہوئے ۳ افسران کو معطل کر دیا گیا۔ کراس بارڈر ٹریڈ (سرحدی تجارت)، ریونیو کی چوری یا غیر قانونی سامان کی نقل و حمل کے شبہے میں ایک خاتون تاجر کو بند کمرے میں سخت پوچھ گچھ کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سخت کارروائی کا مقصد سرحد پار اسمگلنگ کو روکنا، ریونیو کی چوری کا خاتمہ کرنا اور بارڈر سیکیورٹی فورسز کو مزید جوابدہ بنانا ہے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

# علماء فاؤنڈیشن نیپال، ضلع نول پراسی کی مجلسِ مشاورت — اتحاد، بصیرت اور دعوتِ عمل کا روشن باب

## علماء فاؤنڈیشن نیپال کی کامیاب مجلسِ مشاورت

پریس ریلیز
نیپال اردو ٹائمز
نول پراسی لمبنی پردیش

الحمد للہ رب العالمین! یہ امر نہایت مسرت، اطمینان اور حوصلہ افزائی کا باعث ہے کہ علماء فاؤنڈیشن نیپال، ضلع نول پراسی نیپال کی مجلسِ مشاورت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئی، جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت باوقار، بامقصد اور ہر اعتبار سے مؤثر ثابت ہوئی۔

مجلسِ مشاورت محض رسمی نشست کا نام نہیں بلکہ یہ اہلِ علم کی فکری یکجہتی اجتماعی بصیرت اور ملی شعور کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ جب اہلِ علم و دانش ایک مقصد کے لیے یکجا ہوتے ہیں تو امت کے مسائل کے حل، دینی شعور کی بیداری اور ملی اتحاد کی نئی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ اسی حقیقت کا حسین مظہر یہ مبارک مجلس بھی بنی جس میں مختلف دینی تعلیمی تنظیمی اور دعوتی امور پر نہایت سنجیدگی اخلاص اور ذمہ داری کے ساتھ غور وخوض کیا گیا۔

اس نشست میں مستقبل کے لائحۂ عمل، تنظیمی استحکام، باہمی تعاون، دعوت و اصلاح، دینی تعلیم کے فروغ کے لیے ادارے کا قیام اور ملتِ اسلامیہ کو درپیش چیلنجز کے حوالے سے مفید تجاویز پیش کی گئیں جن سے امید کی جاتی ہے کہ آئندہ دنوں میں دینی وملی خدمات کو مزید وسعت اور استحکام حاصل ہو گا۔

یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی تنظیم اس وقت تک اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتی جب تک اس کے ذمہ داران باہمی مشاورت اتحادِ فکر اور خلوصِ نیت کے ساتھ کام نہ کریں۔ شریعتِ مطہرہ نے بھی اجتماعی مشاورت کو کامیابی کا بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ مشورہ خیر وبرکت کا سرچشمہ اور اجتماعی قوت کا مظہر ہے۔

ہم اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ اس مجلسِ مشاورت کے تمام شرکاء، ذمہ داران اور معاونین کی مساعیِ جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے، علماء فاؤنڈیشن نیپال کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے اسے دینِ اسلام مسلکِ اہلِ سنت اور ملتِ اسلامیہ کی خدمت کا مضبوط اور مؤثر پلیٹ فارم بنائے۔ اور تمام ذمہ داران کو اخلاص استقامت باہمی محبت اور حسنِ عمل کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

### مشاورت

بتاریخ ۴ جولائی ۲۰۲۶، بروز سنیچر، جامعہ فیضان اہل بیت، پراسی، نولپراسی، نیپال میں علماء فاؤنڈیشن نیپال کی مجلسِ مشاورت نہایت کامیابی، نظم و ضبط اور خوشگوار ماحول میں منعقد ہوئی۔

مجلس قائدِ ملت حضرت مولانا الحاج سید غلام حسین مظہری صاحب قبلہ (مرکزی صدر علماء فاؤنڈیشن نیپال) کی زیرِ سرپرستی منعقد ہوئی، جبکہ صدارت معمارِ قوم وملت حضرت مولانا محمد رحیم الدین سراجی صاحب قبلہ (نایب صدر علماء فاؤنڈیشن نیپال) نے فرمائی۔

قیادت کے فرائض معمارِ قوم وملت حضرت مولانا محمد عمر نظامی صاحب قبلہ (سکریٹری علماء فاؤنڈیشن نیپال) و حضرت مولانا محرم علی نظامی صاحب قبلہ و حضرت مولانا مفتی نور عالم مصباحی صاحب قبلہ و حضرت مولانا محمد حسن علیمی صاحب قبلہ نے بحسن وخوبی انجام دیے، جبکہ انتظامی امور کی نگرانی محسنِ قوم و ملت حضرت مولانا محمد صبر عالم علیمی صاحب قبلہ (انچارج علماء فاؤنڈیشن نیپال) نے کی۔ اس مجلس میں درج ذیل علماء کرام نے بھرپور شرکت فرما کر اجلاس کو کامیاب بنایا:

سید غلام حسین مظہری، حضرت مولانا محرم علی نظامی صاحب قبلہ، حضرت مولانا محمد حسن علیمی صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی محمد نور عالم مصباحی صاحب قبلہ، حضرت مولانا محمد صفی اللہ فیضی صاحب قبلہ، حضرت مولانا سید صدام حسین مظہری صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی محمد ارشد رضا صاحب قبلہ، حضرت مولانا محمود صاحب قبلہ (پراسی)، حضرت مولانا شہادت حسین صاحب قبلہ، حضرت مولانا اختر رضا فیضی صاحب قبلہ، حضرت مولانا رحیم الدین سراجی صاحب قبلہ، حضرت مولانا زین العابدین صاحب قبلہ، حضرت مولانا محمد صفی اللہ تنویری صاحب قبلہ، حضرت مولانا شمشاد نوری صاحب قبلہ، حضرت مولانا بدر الدین نظامی صاحب قبلہ، حضرت مولانا حافظ علی حسین صاحب قبلہ، حضرت مولانا عبد القدوس صاحب قبلہ، حضرت مولانا مبارک حسین صاحب قبلہ، حضرت مولانا تصور حسین صاحب قبلہ، حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب قبلہ، حضرت مولانا زین الدین ثقافی صاحب قبلہ، حضرت مولانا عبد السبحان صاحب قبلہ، حضرت مولانا عبد الغفار صاحب قبلہ، حضرت مولانا اظہار حبیبی صاحب قبلہ، حضرت مولانا محمود صاحب قبلہ (سواٹھی)، حضرت مولانا نور عالم صاحب قبلہ (بیدولی)، حضرت مولانا محمد اشرف رضا صاحب قبلہ، حضرت مولانا مختار احمد فیضی صاحب قبلہ، حضرت مولانا ثقلین صاحب قبلہ، حضرت مولانا غلام غوث صاحب قبلہ، حضرت مولانا اسماعیل تنویری صاحب قبلہ، حضرت حافظ و قاری احمد رضا صاحب قبلہ، اور حضرت حافظ بدرالدین صاحب قبلہ۔

مجلس میں دینی، ملی، تعلیمی اور تنظیمی امور پر تفصیلی مشاورت کی گئی اور مستقبل کے لیے کئی اہم فیصلے کیے گئے۔ شرکاء نے علماء فاؤنڈیشن نیپال کو مزید مضبوط، فعال اور عوامی خدمت کا مؤثر پلیٹ فارم بنانے کے عزم کا اظہار کیا۔

آخر میں تمام شرکائے کرام، معاونین اور منتظمین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا گیا اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ علماء فاؤنڈیشن نیپال کو مزید ترقی، استحکام اور خدمتِ دین وملت کی توفیق عطا فرمائے، تمام علماء کرام کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے اور ملتِ اسلامیہ کو اتحاد واتفاق کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔
آمین یارب العالمین۔

# نیپال اردو ٹائمز اردو صحافت کا ایک روشن چراغ

* ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی

**بخدمتِ محترم مدیر**
**ونائب مدیر**
**السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ**

بعض جرائد و رسائل اور اخبار صرف اپنے عہد کی ضرورت پوری نہیں کرتے بلکہ تاریخ کے اوراق میں اپنے وجود کا مستقل نقش چھوڑ جاتے ہیں۔ بعض قلم قوموں کی فکری سمت متعین کرتے، تہذیبوں کی حفاظت کرتے اور نسلوں کی تربیت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ نیپال اردو ٹائمز انہی میں سے ایک ہے جس نے دیارِ نیپال میں اردو زبان، اسلامی تہذیب، ملی شعور، ملکی وقار اور صحافتی اقدار کی حفاظت کا ایک عظیم فریضہ اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔

آج کا دور ایسا ہے کہ بے شمار اخبارات و رسائل نہ مالی دشواریوں کا بوجھ اٹھا سکے، نہ حالات کے طوفانوں کا مقابلہ کر سکے اور نہ ہی قارئین سے اپنا رشتہ برقرار رکھ سکے۔ کتنے ہی جرائد چند شماروں کے بعد خاموش ہو گئے، کتنے ہی اخبارات صرف تاریخ کا حصہ بن کر رہ گئے، لیکن ان تمام نامساعد حالات کے باوجود نیپال اردو ٹائمز نے جس استقلال، استقامت، اخلاص اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے اشاعتی سفر کو مسلسل جاری رکھا ہے، وہ حقیقتاً لائقِ تحسین، قابلِ تقلید اور باعثِ صد افتخار ہے۔ میں سب سے پہلے محترم سرپرستِ اعلیٰ و بانی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں، جن کی سرپرستی، توجہات، دعائیں، علمی بصیرت اور دور اندیشی اس کاروان کے لیے ایک مضبوط سائبان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پھر محترم مدیر صاحب جن کی فکری قیادت، صحافتی بصیرت، موضوعات کے انتخاب میں توازن، زبان و بیان کی شائستگی اور خبروں کی ترتیب اس اخبار کے معیار کو ممتاز بناتی ہے۔ اسی طرح محترم نائب مدیر حضرت مولانا مفتی محمد کلام الدین نعمانی صاحب بھی مبارک باد کے مستحق ہیں، جن کی خاموش مگر مسلسل محنت، مواد کی ترتیب، تصحیح، نگرانی، معیت فکری تعاون اور ادارتی معاونت ہر شمارے میں نمایاں محسوس ہوتی ہے۔

اس اخبار کی ایک نمایاں خوبی اس کا متوازن اور ہمہ جہت مواد ہے۔ مقامی خبریں قاری کو اپنے وطن اور اپنے معاشرے سے جوڑے رکھتی ہیں، عالمی خبریں اس کے شعور کو بین الاقوامی منظر نامے سے آشنا کرتی ہیں، مذہبی کالم ایمان و عقیدہ کی تازگی بخشتے ہیں، حالاتِ حاضرہ پر مضامین فکر و نظر کے نئے دریچے وا کرتے ہیں، جبکہ ادبی اور تحقیقی مضامین اردو زبان کی علمی عظمت کو مزید جلا بخشتے ہیں۔ خصوصاً مختلف کالم اس اخبار کا سرمایہ ہیں۔ کالم کسی بھی اخبار کی روح ہوتے ہیں، کیونکہ وہ صرف واقعات بیان نہیں کرتے بلکہ ان کی تعبیر بھی پیش کرتے ہیں۔ وہ قوموں کے مزاج بناتے، فکر کی آبیاری کرتے اور اجتماعی شعور کو جلا بخشتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نیپال اردو ٹائمز ایک علمی، ادبی اور فکری درسگاہ کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ نیز اس تمام کامیابی اور ان خوبیوں کے ساتھ چند مخلصانہ اور تعمیری مشورے بھی پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں، جنہیں تنقید نہیں بلکہ محبت، خیر خواہی اور اس مبارک سفر میں ایک ادنیٰ شریک کی گزارش سمجھا جائے۔

میری پہلی گزارش یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو اخبار کے دو یا تین صفحات نیپالی زبان کے لیے بھی مستقل طور پر مختص کیے جائیں۔ نیپال کی ایک بڑی تعداد اردو رسم الخط سے واقف نہیں، لیکن وہ بھی اپنے ملک کے حالات، عالمی خبریں، سماجی مسائل، اخلاقی تعلیمات اور دینی رہنمائی سے مستفید ہو سکتے ہیں، اگرچہ اور بھی کئی اخبار نیپالی زبان میں برسوں سے نکل رہے ہیں، مگر اس اخبار کے ذریعہ اگر یہ فریضہ انجام دیا جائے تو اس کا اثر ہی کچھ اور ہو گا۔ اگر ایک صفحہ اہم ملکی و عالمی خبروں کے لیے اور دو صفحات مختصر مگر جامع دینی، ملی، اخلاقی اور سماجی مضامین کے لیے مخصوص کر دیے جائیں تو اس سے دو بڑے فوائد حاصل ہوں گے۔ ایک طرف نیپالی زبان پڑھنے والے طبقہ تک بھی اس اخبار کا پیغام پہنچے گا، دوسری طرف صرف اسی مقصد کے لیے الگ سے کوئی نیا اخبار یا رسالہ نکالنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہے گی۔ اس طرح نیپال اردو ٹائمز حقیقی معنوں میں پورے نیپال کے علمی و فکری حلقوں کی نمائندگی کرنے والا اخبار بن سکتا ہے۔ یقیناً اس اقدام سے اخبار کا دائرۂ اثر، اس کی مقبولیت اور اس کی افادیت کئی گنا بڑھ جائے گی۔

اسی طرح ایک نہایت مفید اضافہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اخبار میں مستقل طور پر فقہی سوالات و جوابات کے عنوان سے ایک مستقل گوشہ قائم کیا جائے، جس کے لیے ایک مستند اور باصلاحیت مفتی صاحب کو ذمہ داری دی جائے۔ قارئین اپنے روزمرہ زندگی، عبادات، معاملات، معاشرت، نکاح، طلاق، وراثت اور دیگر شرعی مسائل سے متعلق سوالات ارسال کریں۔ پھر ہر شمارے میں آئندہ ہفتے کے منتخب سوالات پہلے ہی شائع کر دیے جائیں اور اگلے شمارے میں انہی سوالات کے مدلل، مختصر اور عام فہم جوابات شائع کیے جائیں۔ اس سے قارئین کی دلچسپی بھی بڑھے گی، دینی رہنمائی بھی ہو گی اور اخبار ایک معتبر فقہی واصلاحی مرجع کی حیثیت بھی اختیار کر لے گا۔ ایک اور مخلصانہ گزارش یہ ہے کہ خبروں کے علاوہ مضامین کی تعداد اور طوالت میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ علمی و تحقیقی مضامین یقیناً اخبار کی زینت ہوتے ہیں، لیکن جب ایک ہی شمارے میں بہت زیادہ اور طویل مضامین شامل ہو جائیں تو عام قارئین کے لیے ان کا مکمل مطالعہ دشوار ہو جاتا ہے اور اکثر وہ صرف سرخیاں پڑھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ مضامین مختصر، جامع، بامقصد اور فکر انگیز ہوں تاکہ ان کا پیغام زیادہ مؤثر انداز میں قارئین تک پہنچ سکے۔ البتہ کسی حساس، اہم اور تحقیقی موضوع پر ایک دو مضامین اگر قدرے تفصیل کے ساتھ ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ ایسے مضامین قارئین کو فکری وسعت اور علمی لطف فراہم کرتے ہیں۔

اسی مناسبت سے تمام محترم مضمون نگار حضرات سے مخلصانہ گزارش ہے کہ اپنے مضامین اپنی علمی محنت، مطالعہ، فکری کاوش اور ذاتی اسلوب کا آئینہ دار بنائیں۔ بلاشبہ مصنوعی ذہانت (AI) ایک مفید معاون ذریعہ ہے، لیکن قلم کار کی اصل پہچان اس کی اپنی فکر، تحقیق اور علمی صلاحیت سے ہوتی ہے، اس لیے اس پر مکمل انحصار کے بجائے اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ گزشتہ عرصہ میں بعض ایسے طویل مضامین بھی نظر سے گزرے جن کے محررین کی تحریری صلاحیت میں اچانک نمایاں اضافہ محسوس ہوا۔ اگر یہ تبدیلی مطالعہ، محنت اور علمی ترقی کا نتیجہ ہے تو قابلِ تحسین ہے، لیکن اگر اس میں مصنوعی ذرائع پر زیادہ اعتماد شامل ہو تو یہ حقیقی فکری نشوونما کے لیے مفید نہیں۔ البتہ بڑے تحقیقی منصوبوں اور طویل مدتی دینی کاموں میں، اگر کوئی صاحبِ علم اپنے مطالعے اور تحقیق کے ساتھ AI کو محض معاون کے طور پر استعمال کرے تو یہ جدید ٹیکنالوجی کا مثبت استعمال شمار ہو گا۔

آخر میں بس اتنی سی مخلصانہ گزارش ہے کہ آپ حضرات اس مبارک علمی و صحافتی سفر کو اسی عزم، استقلال اور اخلاص کے ساتھ جاری رکھیں اور اپنی محنتوں، خلوص و وفا اور خدمتِ زبان و ملت کی خوشبو سے اس گلشن کو یونہی مہکاتے رہیں۔ مجھ جیسے ایک ادنیٰ خیر خواہ اور طالب خیر کے لائق اس کارِ خیر میں جو بھی خدمت ہو، بلا تکلف ضرور مطلع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی اس سعادت سے نوازا کہ جب اس موقر اخبار کے نائب مدیر محترم مفتی محمد کلام الدین نعمانی صاحب قبلہ نے ویب سائٹ کی تیاری کے سلسلے میں معاونت کا حکم فرمایا تو حسبِ توفیق اس خدمت میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ آئندہ بھی اگر کسی مرحلے پر مالی یا کسی دیگر معاونت کی ضرورت محسوس ہو تو اسے میرے لیے باعثِ سعادت سمجھتے ہوئے ضرور موقع عطا فرمائیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیپال اردو ٹائمز کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، اس کے سرپرستِ اعلیٰ، بانیِ محترم، مدیر، نائب مدیر، مجلسِ ادارت، قلم کاروں، معاونین اور تمام وابستگان کی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے، ان کے قلموں میں اخلاص، تاثیر اور برکت عطا فرمائے، اور اس علمی و صحافتی چراغ کو ہمیشہ روشن و فروزاں رکھے۔
آمین یارب العالمین۔

خاکپائے جیشِ ملت
ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی
تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)
مقیم حال: دوحہ قطر
۲۰۲۶/۰۷/۰۷

## آؤ جانوروں سے ملیں - ایک دلچسپ کتاب

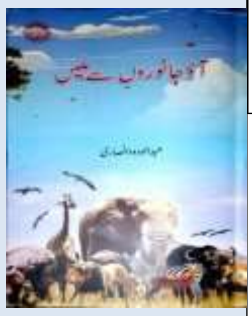

مبصر: رفعت النسا قادری،
ایم۔ ایس۔ سی (زولوجی)، بی۔ ایڈ،
لیکچرر، گورنمنٹ کالج،
اورنگ آباد، مہاراشٹر

جناب عبد الودود انصاری اردو دنیا کی ایک ہمہ جہت ادبی اور سائنسی شخصیت ہیں۔ وہ بہترین شاعر، خاکہ نگار، افسانہ نگار اور عالمی سطح پر معروف سائنسی قلم کار کے طور پر اپنی منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ حال ہی میں ان کی انچاسویں (۴۹ویں) کتاب "آؤ جانوروں سے ملیں" "قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کے زیرِ اہتمام منظرِ عام پر آئی ہے۔

یہ کتاب اپنے عنوان ہی کی طرح نہایت دلچسپ، معلومات افزا اور دل کش ہے۔ کتاب کے ابتدائی ابواب میں جانوروں کی منفرد خصوصیات اور ان سے متعلق عجیب و غریب حقائق اس انداز سے پیش کیے گئے ہیں کہ قاری ابتدا ہی سے کتاب میں محو ہو جاتا ہے۔ علمِ حیوانات کی متعدد کتابوں کے مطالعے کے باوجود ایسی بہت سی معلومات کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں جو مصنف نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ پیش کی ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے "دریا کو کوزے میں بند" کر دینے کا ہنر دکھایا ہے۔ کتاب بچوں اور بڑوں دونوں کے لیے یکساں طور پر مفید اور دلچسپ ہے۔ اس میں ۳۲ جانوروں کے بارے میں نہایت آسان اور دل نشین اسلوب میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ مصنف نے جانوروں کی خصوصیات کو محض تحریری انداز میں ہی نہیں بلکہ رنگین تصاویر کے ذریعے بھی بڑی خوب صورتی سے پیش کیا ہے، جس سے کتاب کی دل کشی اور افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ کتاب میں متعدد نئی اور حیرت انگیز معلومات شامل ہیں، مثلاً - ببون کے انسانوں کی طرح ۳۲ دانت ہوتے ہیں۔ بکری کے دودھ میں گائے کے دودھ کے مقابلے میں چربی کی مقدار کم ہوتی ہے۔ کیپ بھینسا شیر جیسے طاقتور درندے کو بھی ہلاک کر سکتا ہے۔ بھینس، بیل کے مقابلے میں کہیں زیادہ طاقت رکھتی ہے۔ گائے سیڑھی پر چڑھ تو سکتی ہے لیکن آسانی سے اتر نہیں سکتی۔ ہرن ایک عمدہ تیراک ہے اور بلند چھلانگ لگانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بھیڑ بعض پودوں کے ذریعے اپنے علاج کی فطری صلاحیت رکھتی ہے۔ گیدڑ کو عموماً بزدل جانور تصور کیا جاتا ہے۔ مشک بلاؤ اپنی خوشبو کے باعث مشہور جانور ہے وغیرہ اس نوعیت کی بے شمار دلچسپ اور معلوماتی باتیں کتاب کی اہم خصوصیت ہیں۔ اسکے علاوہ فاضل مصنف نے اس کتاب میں ہر ایک جانور کی منفرد خصوصیات کے ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ اس جانور کا تعلق کس ملک سے ہے۔

مجموعی طور پر کتاب "آؤ جانوروں سے ملیں "ایک عمدہ، سبق آموز اور معلوماتی کتاب ہے، جو بچوں کو جانوروں کی حیرت انگیز دنیا سے متعارف کراتی ہے اور ان میں قدرتی ماحول، حیاتیاتی تنوع اور ماحولیاتی تحفظ کا شعور بیدار کرتی ہے۔ حیاتیاتی تنوع کے تحفظ، ماحولیاتی نظام کے توازن، آلودگی میں کمی اور عالمی حدت (Global Warming) جیسے مسائل سے نمٹنے کے لیے جانوروں اور فطری ماحول کی اہمیت سے آگاہی پیدا کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

یہ کتاب نہ صرف طلبہ اور اساتذہ بلکہ عام قارئین کے لیے بھی یکساں طور پر مفید ہے۔ اس معلوماتی اور دل چسپ تصنیف کی موجودگی ہر اسکول، کالج اور عوامی کتب خانے میں ہونی چاہیے۔ ایسی بہترین اور مفید کتاب مرتب کرنے پر جناب عبد الودود انصاری بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

# نیپال حکومت کی تعلیمی اصلاحات اور مدارس کے لیے قابلِ غور پیغام

## ڈاکٹر سلیم انصاری جھاپا نیپال

نیپال حکومت نے تعلیم ضابطہ، ۲۰۵۹ (ترمیم) کے ذریعے ملک کے تعلیمی نظام کو مزید شفاف، منظم اور جوابدہ بنانے کی سمت ایک اہم قدم اٹھایا ہے۔ ان اصلاحات سے واضح ہوتا ہے کہ حکومت صرف اسکولوں کی تعداد بڑھانے پر توجہ نہیں دے رہی، بلکہ تعلیم کے معیار، بہتر نظم و نسق، اساتذہ کی کارکردگی، طلبہ کے حقوق اور مقامی سطح پر مؤثر نگرانی کو بھی اپنی ترجیحات میں شامل کر رہی ہے۔ اگر ان اصلاحات پر مؤثر انداز میں عمل درآمد کیا گیا تو یہ نیپال کے تعلیمی شعبے کو مزید مضبوط اور جدید بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

ان اصلاحات کا ایک نمایاں پہلو اسکول مینجمنٹ کمیٹی (VMC) سے متعلق ہے۔ اب سیاسی جماعتوں کے فعال ارکان، وارڈ چیئرمین، وارڈ ممبران، اساتذہ اور اسکول کے ملازمین اس کمیٹی کے رکن نہیں بن سکیں گے۔ اسی طرح بدعنوانی، انسانی اسمگلنگ، منشیات، نسلی امتیاز، اغوا اور دیگر سنگین جرائم میں سزا یافتہ افراد بھی اس کمیٹی کا حصہ نہیں بن سکیں گے۔ اس کا مقصد تعلیمی اداروں کو غیر ضروری سیاسی اثر و رسوخ سے محفوظ رکھنا اور شفاف انتظام کو فروغ دینا ہے۔

حکومت نے مقامی حکومتوں کو بھی زیادہ اختیارات دیے ہیں۔ اب وہ نئے اسکول کھولنے، اسکولوں کی منظوری دینے، نئی جماعتوں کی اجازت دینے، نگرانی کرنے اور پرنسپل کی تقرری جیسے اہم فیصلے کر سکیں گی۔ اس سے مقامی سطح پر جوابدہی اور انتظامی کارکردگی میں بہتری آنے کی توقع ہے۔

پرنسپل کی تقرری کے لیے بھی واضح معیار مقرر کیے گئے ہیں۔ بنیادی سطح کے پرنسپل کے لیے گریجویشن اور ثانوی سطح کے لیے پوسٹ گریجویشن کے ساتھ مستقل استاد ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے، تاکہ تعلیمی اداروں کی قیادت اہل اور تجربہ کار افراد کے ہاتھ میں ہو۔

اساتذہ کے تبادلوں کو بھی ایک منظم نظام کے تحت لایا گیا ہے۔ کم از کم تین سال کی مدت پوری کیے بغیر تبادلہ نہیں ہوگا، خالی اسامیوں کی بروقت اطلاع دینا لازمی ہوگا اور تبادلے کے لیے آن لائن یا عوامی اطلاع جاری کی جائے گی۔ حاملہ خواتین، معذور اساتذہ اور کم عمر بچوں کی ماؤں کو ترجیح دی جائے گی۔ اس کے ساتھ سینیارٹی، تعلیمی قابلیت اور تربیت کی بنیاد پر نمبرات کا نظام بھی نافذ کیا گیا ہے تاکہ فیصلے شفاف اور منصفانہ ہوں۔

اسکولوں کے انضمام، تدریسی دنوں، نجی اسکولوں کی نگرانی، خصوصی تعلیم، طلبہ کے حقوق، وظائف اور ای۔ پنشن جیسے شعبوں میں بھی جامع اصلاحات متعارف کرائی گئی ہیں۔ خاص طور پر طلبہ پر جسمانی یا ذہنی تشدد، تضحیک اور امتیازی سلوک پر پابندی اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ حکومت محفوظ اور باوقار تعلیمی ماحول فراہم کرنا چاہتی ہے۔

ان اصلاحات سے ایک اہم سبق مدارس بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ مدارس کا اپنا دینی اور تعلیمی تشخص ہے، لیکن بہتر نظم و نسق، شفاف انتظام، میرٹ پر تقرری، اساتذہ کی مسلسل تربیت، مالی شفافیت، طلبہ کے حقوق کا تحفظ اور جدید انتظامی طریقوں کو اختیار کرنا ایسے اقدامات ہیں جو ہر تعلیمی ادارے کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ اصول دینی تعلیم کے بنیادی مقاصد سے بھی ہم آہنگ ہیں۔

نیپال کے مدارس اگر اپنے دینی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے انتظامی اصلاحات، معیاری تعلیم، جدید ریکارڈ مینجمنٹ، باقاعدہ نگرانی، اساتذہ کی پیشہ ورانہ ترقی اور طلبہ کی فلاح پر مزید توجہ دیں تو وہ معاشرے میں اپنا کردار مزید مؤثر انداز میں ادا کر سکتے ہیں۔ اس سے والدین کا اعتماد بڑھے گا تعلیمی معیار بہتر ہوگا اور مدارس نئی نسل کی، دینی و عصری رہنمائی زیادہ مضبوط بنیادوں پر کر سکیں گے۔

تعلیم کسی بھی قوم کی ترقی کی بنیاد ہوتی ہے۔ اس لیے حکومت، تعلیمی اداروں، مدارس، اساتذہ، والدین اور معاشرے کے تمام طبقات کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی اصلاحات کا خیر مقدم کریں جو شفافیت، معیار، انصاف اور طلبہ کی بہتری کو فروغ دیں۔ یہی راستہ ایک مضبوط، تعلیم یافتہ اور خوشحال نیپال کی تعمیر میں مددگار ثابت ہوگا۔

www.nepalurdutiems.com

# مشرق وسطی میں بدامنی کا بحران اور پائیدار امن کی ضرورت

تحریر: اللہ نواز خان
allahnawazk012@gmail.com

مشرق وسطی کا خطہ بہت ہی بدترین صورتحال کا سامنا کر رہا ہے۔ مشرق وسطی میں بدامنی کا مسئلہ نیا نہیں بلکہ بہت ہی پرانا ہے۔ اس خطے کی اپنی تہذیب اور تاریخ ہے۔ یہ دنیا کا وہ قدیم خطہ ہے جہاں انسانی تمدن کی بنیادیں پڑیں۔ تاریخی حوالے کے مطابق، ۳۰۰۰ قبل مسیح میں دریائے نیل (مصر)، دجلہ اور فرات کی وادیوں میں شہری تہذیب کا آغاز ہوا۔ مشرق وسطی کی تاریخ ہزاروں سال پر محیط ہے۔ تاریخی اور تہذیبی صورتحال کے باوجود جنگ و جدل بھی ہوتی رہی ہے۔ حالیہ صورتحال تب بگڑی جب ایک صدی قبل خلافت عثمانیہ کو بین الاقوامی طاقتوں نے ختم کر دیا تھا۔ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد مشرق وسطی پر قبضہ کر کے اس کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ تقسیم کی وجہ سے مشرق وسطی مختلف قسم کے مسائل میں پھنس گیا۔ ۱۹۴۸ میں اسرائیل کا قیام عمل میں لایا گیا، کچھ حصہ مسلمانوں کو دیا گیا۔ وہ تقسیم غلط تھی یا درست یہ ایک علیحدہ بحث ہے لیکن اسرائیل کو وسعت دینے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے کافی عرصہ سے جنگیں لڑی جا رہی ہیں۔ مسلمان، عیسائی اور یہودی تینوں مذاہب کے پیروکار فلسطین کے وارث ہونے کے دعویدار ہیں۔ یہودی ہیکل سلیمانی اور دیوار گریہ کے دعوے دار ہیں۔ عیسائی بیت اللحم اور مسلمان مسجد اقصی کے حوالے سے دعوے دار ہیں۔ اقوام متحدہ کے فیصلے کے مطابق بیت المقدس کو کسی بھی فریق کی تحویل میں نہیں دیا گیا۔ دوسری عالمی جنگ ختم ہو گئی لیکن مشرق وسطی میں امن قائم نہیں ہو سکا۔ اسرائیل اور حماس کے درمیان کئی دفعہ جنگیں لڑی گئیں۔ حال ہی میں جنگ لڑی گئی جس نے غزہ کو تباہ کر دیا ہے۔ یمن میں بھی بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔ شام، لبنان اور عراق میں بھی کشیدگی کافی عرصہ سے جاری ہے۔ حال ہی میں امریکہ اور ایران کے درمیان جنگ لڑی گئی۔ ایران اور امریکہ کے درمیان عارضی جنگ بندی ہو چکی ہے، لیکن اب بھی غیر یقینی صورتحال ہے۔ دیگر ممالک بھی خوف کا شکار ہیں۔ یہ کہنا درست ہے کہ مشرق وسطی کا پورا خطہ بے چینی کا شکار ہو چکا ہے۔

مشرق وسطی کی بعض ریاستیں معاشی طور پر مضبوط ہیں، لیکن دفاعی لحاظ سے کمزور ہیں۔ تیل نے بعض ریاستوں کو معاشی مضبوطی دی۔ صنعتوں کے توانائی کے حصول کے لیے تیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ تیل کے بڑے ذخائر کی وجہ سے ریاستوں کو معاشی استحکام نصیب ہوا۔ اب روس، وسط ایشیا اور امریکہ میں بھی بڑی مقدار میں تیل دریافت ہو چکا ہے۔ کئی ریاستیں مستقبل میں تیل پر انحصار کرنے کی بجائے دیگر ذرائع آمدنی پر توجہ دے رہی ہیں۔ سیاحت سمیت دیگر شعبوں میں سرمایہ کاری کی جا رہی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ عرصے کے بعد تیل کے متبادل کوئی اور توانائی کا ذریعہ دریافت ہو جائے۔ توانائی کا اگر کوئی اور ذریعہ دریافت ہو گیا تو تیل کی اہمیت ختم ہو جائے گی۔ یہ بڑا المیہ ہے کہ معاشی استحکام ہونے کے باوجود بھی دفاعی نظام کمزور ہے۔ دفاعی نظام کی کمزوری مشرق وسطی کے لیے خطرناک ثابت ہو رہی ہے۔ کویت، سعودی عرب، قطر اور کچھ دیگر ممالک سلامتی و تحفظ کے لیے بڑی طاقتوں کے محتاج ہیں۔ تحفظ کے نام پر بہت بڑا خرچہ کیا جا رہا ہے لیکن پھر بھی غیر یقینی صورتحال ہے۔ ایران اور امریکہ جنگ نے خلیجی ممالک کی سیکیورٹی پر کئی سوالات اٹھا دیے ہیں۔ دیگر قیمتی خزانے بھی ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں لیکن کمزور پوزیشن کی وجہ سے ان سے فائدہ اٹھانے سے قاصر ہیں۔ مشرق وسطی کے اکثر ممالک کو بیرونی خطرات کا بھی سامنا ہے اور اندرونی طور پر بھی انارکی پھیلی ہوئی ہے۔ جو معاشی طور پر کمزور ریاستیں ہیں وہاں غذائی قلت کے علاوہ دیگر سہولیات بھی ناپید ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ بدامنی ہے جو رکنے میں نہیں آ رہی۔ بیرونی قوتیں بھی اپنے مفاد کے لیے اس خطے میں بدامنی کو فروغ دے رہی ہیں۔ اس خطے میں اگر امن قائم ہو جائے تو یہ جدید تہذیب کا ایک روشن چہرہ ہوگا۔

اس خطے میں مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے پیروکار رہتے ہیں۔ مذہبی اختلافات کے علاوہ دیگر اختلافات بھی موجود ہیں۔ مشرق وسطی کے کچھ ممالک میں تہذیب و تمدن پر فخر و غرور بھی کیا جاتا ہے۔ مصر میں اپنی تہذیب کو اعلی کہا جاتا ہے، اسی طرح دیگر ممالک کی تہذیبیں فخریہ طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ سنی، شیعہ اور دیگر مسلکی اختلافات سے بھی اس خطے میں بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔ ایران اور سعودی عرب کے درمیان فقہی اختلافات موجود ہیں جس کی وجہ سے امن قائم نہیں ہو سکا۔ اسلامی ریاستیں بھی آپس میں اتحاد قائم کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ مشرق وسطی میں امن قائم کرنے کے لیے بہت زیادہ کوششوں کی ضرورت ہے۔ اس خطے کی پیچیدہ صورتحال خوفناک حد تک بگڑ چکی ہے۔ بعض مبصرین کے نزدیک بڑی طاقتوں کے جغرافیائی اور معاشی مفادات نے اس خطے کے تنازعات کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے، اس لیے وہ طاقتیں نہیں چاہتیں کہ یہ خطہ پرامن ہو جائے۔ اگر یہاں امن قائم ہو گیا تو بہت سی طاقتوں کا کنٹرول ختم ہو جائے گا۔ امن کے لیے ضروری ہے کہ مشرق وسطی کے تمام ممالک آپس میں متحد ہو کر ایک بلاک بنا دیں۔ امن کی ناکامی کی ایک اور بڑی وجہ اسرائیل بھی ہے۔ اسرائیل کی غزہ کے علاوہ دیگر پڑوسی ممالک کے ساتھ بھی جنگیں ہو چکی ہیں۔ پرامن حل کے لیے ضروری ہے کہ اسرائیل کو بھی اپنی حد میں رہنے کا پابند کیا جائے۔ ایران سمیت دیگر ممالک پڑوسیوں کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کریں۔ بہتر تعلقات قائم کرنے کے لیے کچھ قربانیاں دینا پڑیں گی۔ ان ممالک میں سیاسی مسائل بھی پائے جاتے ہیں لہذا سیاسی استحکام بہت ضروری ہے۔ تجارت بھی شدید متاثر ہو چکی ہے۔ اقوام متحدہ کے مطابق غزہ میں لاکھوں افراد غذائی عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ یو این ڈی پی کے مطابق غزہ کی معیشت کئی دہائیاں پیچھے چلی گئی ہے۔ مہاجرین کا مسئلہ بھی بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ پانی کا بحران بھی بعض ممالک کو متاثر کر رہا ہے۔ کچھ گروہ غیر ملکی آلہ کار بن کر انتشار پھیلا رہے ہیں، ان کا سدباب کرنا بھی ضروری ہے۔ لبنان اور شام کے حالات بھی انتہائی کشیدہ ہیں، ان علاقوں میں فوری امن قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ مشرق وسطی میں ظاہری طور پر امن کا قیام انتہائی مشکل نظر آ رہا ہے۔ بہرحال ناممکن بھی نہیں کہ امن قائم نہ ہو سکے۔ عرصہ درکار ہوگا، لیکن صورتحال کنٹرول میں آ جائے گی۔ مشرق وسطی میں امن کے قیام سے عالمی صورتحال بھی بہتر ہو جائے گی۔ عالمی معیشت بہتر ہو سکتی ہے اگر اس خطے میں بدامنی کو روک دیا جائے۔ اس خطے میں موجود ممالک اپنی سلامتی اور بقا کے لیے بھرپور کوشش کریں، ورنہ ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

مشرق وسطی میں دیرپا امن کے لیے ضروری ہے کہ اسرائیل۔ غزہ تنازع کا مستقل حل نکالا جائے۔ دہشت گردی کا خاتمہ بھی ضروری ہے ورنہ امن نہیں آ سکے گا۔ اس خطے کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے ایران اور سعودی عرب بہتر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہ دونوں ممالک اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے کشیدگی ختم کر سکتے ہیں۔ پاکستان سمیت دیگر ممالک سفارتی کوششیں کر کے امن قائم کرنے میں اہم کردار ادا کریں۔ ایک واضح جامع امن کے لیے منصوبہ بنا کر اس پر عمل کیا جائے۔ سب سے بڑا ایشو اسرائیل۔ فلسطین تنازع ہے، اس کو اولین بنیادوں پر حل کیا جائے۔ بین الاقوامی قوانین کا احترام ضروری ہے۔ مشرق وسطی میں اگر امن کی صورتحال بہتر نہ ہو سکی تو بہت سے مسائل پیدا ہوتے جائیں گے۔ آبنائے ہرمز کی بھی مستقبل بنیادوں پر بندش ہو سکتی ہے۔ غذائی قلت کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔ صحت اور دیگر مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ اس خطے کی ابتر صورتحال پوری دنیا کو متاثر کرے گی۔ بہتر یہی ہے کہ امن لانے کے لیے کوششیں تیز کی جائیں۔

## Editorial

### بالین شاہ کی حکومت کے سو دن!

### ایڈیٹر کے قلم سے۔۔۔۔۔

نیپال میں بالن شاہ حکومت نے اپنے اقتدار کے سو دن مکمل کر لیے ہیں۔ حکومت نے جب اقتدار سنبھالا تو عوام کی امیدیں آسمان کو چھو رہی تھیں، لوگوں کا خیال تھا کہ اب ملک میں سیاسی استحکام آئے گا، بدعنوانی کا خاتمہ ہوگا، عوامی مسائل حل ہوں گے اور حکومت ہر شہری کو انصاف فراہم کرے گی، لیکن سو دن کا جائزہ لیا جائے تو حقیقت ان دعوؤں سے خاصی مختلف نظر آتی ہے۔

یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ حکومت پہلے دن سے متحرک اور فعال دکھائی دی، مختلف وزارتوں میں سرگرمیاں رہیں، کئی فیصلے کیے گئے اور نئی حکومت نے خود کو ایک مختلف انداز میں پیش کرنے کی کوشش بھی کی، لیکن صرف سرگرمی کافی نہیں ہوتی، اصل چیز نتائج ہوتے ہیں، اور یہی وہ میدان ہے جہاں حکومت کمزور دکھائی دیتی ہے۔

وزیر داخلہ سدن گرنگ کے گرد پیدا ہونے والے تنازعات، اپوزیشن کے ساتھ مسلسل محاذ آرائی اور پھر ان کا مستعفی ہونا حکومت کے لیے ایک بڑا سیاسی دھچکا ثابت ہوا، اگر حکومت اپنے ہی وزراء کے معاملات کو بہتر انداز میں نہ سنبھال سکے تو عوام کے اعتماد کا کیا ہوگا۔

دوسری جانب ملک میں اقلیتوں، خصوصاً مسلم برادری کے مسائل اور ان کے خلاف پیش آنے والے واقعات حکومت کی توجہ کے منتظر رہے، مگر حکومت اس سلسلے میں کوئی مؤثر اور قابلِ ذکر قدم اٹھاتی ہوئی دکھائی نہیں دی، ایک جمہوری ملک میں ہر شہری کو یکساں تحفظ دینا ریاست کی اولین ذمہ داری ہے، لیکن اس میدان میں حکومت کی کارکردگی اطمینان بخش نہیں رہی۔

وزیر اعظم بالن شاہ بھی اپنے بعض بیانات کی وجہ سے شدید تنقید کا نشانہ بنے۔، پارلیمنٹ میں ہندوستان اور نیپال کے درمیان سرحدی تنازع کے حوالے سے ان کا یہ کہنا کہ "اگر ہندوستان نے ہماری زمین پر قبضہ کیا ہے تو نیپال نے بھی اس کی زمین پر قبضہ کیا ہے"، ایک ایسا بیان تھا جس نے حکومت کو سیاسی اور سفارتی دونوں محاذوں پر مشکل میں ڈال دیا۔ قومی مفادات سے متعلق معاملات میں ایسے متضاد بیانات نہ صرف عوام میں تشویش پیدا کرتے ہیں بلکہ اپوزیشن کو بھی حکومت پر تنقید کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے اندر بھی حکومت کئی مواقع پر اپوزیشن کے سخت سوالات کا مؤثر جواب دینے میں کامیاب نہ ہو سکی، حکومت کے وزراء دفاعی پوزیشن میں دکھائی دیے اور قومی مسائل پر واضح حکمت عملی پیش کرنے میں ناکام رہے، یہی وجہ ہے کہ سو دن مکمل ہونے کے باوجود عوام کو وہ اعتماد حاصل نہیں ہو سکا جس کی انہیں توقع تھی۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ سو دن کسی بھی حکومت کی کامیابی یا ناکامی کا آخری پیمانہ نہیں ہوتے، لیکن یہ ضرور بتاتے ہیں کہ حکومت کس سمت میں آگے بڑھ رہی ہے۔ بالن شاہ حکومت کے لیے ابھی بھی وقت ہے کہ وہ سیاسی کشمکش سے نکل کر عوامی مسائل، مہنگائی، بے روزگاری، معاشی اصلاحات، اقلیتوں کے تحفظ اور قانون کی حکمرانی پر اپنی توجہ مرکوز کرے، عوام نے حکومت کو انقلاب اور تبدیلی کے لیے ووٹ کیا تھا۔

حکومت کے پہلے سو دن یہ ثابت کرتے ہیں کہ عوام اب صرف وعدوں اور دعوؤں سے مطمئن ہونے والے نہیں، انہیں عملی نتائج درکار ہیں، اگر حکومت نے آنے والے دنوں میں اپنی ترجیحات درست نہ کیں تو عوامی امیدیں مایوسی میں بدل سکتی ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ حکومت سیاسی بیانات سے زیادہ عوامی خدمت، قومی یکجہتی اور بہتر حکمرانی پر توجہ دے، کیونکہ تاریخ حکومتوں کو ان کے دعوؤں سے نہیں بلکہ ان کی کارکردگی سے یاد رکھتی ہے نیپال اردو ٹائمز کی جانب سے بالین شاہ حکومت کے سو دن مکمل ہونے پر موجودہ حکومت کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

# اُردو زبان کی زبوں حالی کے ذمہ دار کون؟

محمد مسلم کبیر، لاتور

(آئینی ضمانتوں، تاریخی حقائق اور سماجی ذمہ داریوں کا تحقیقی جائزہ)

اُردو برصغیر کی صرف ایک زبان نہیں بلکہ صدیوں پر محیط ایک مشترکہ تہذیب، ادبی روایت اور قومی ورثہ ہے۔ یہ زبان دہلی، دکن، لکھنؤ اور شمالی ہند کی مختلف بولیوں کے امتزاج سے پروان چڑھی اور بعد ازاں ہندوستان کی آزادی کی تحریک، صحافت، عدلیہ، تعلیم اور ادب کی اہم زبان بن گئی۔ میر تقی میر، مرزا غالب، سر سید احمد خاں، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، پریم چند اور حسرت موہانی جیسے مفکرین نے اسی زبان کو اپنے اظہار کا وسیلہ بنایا۔

آزادی کے بعد اگرچہ اُردو کو ہندوستان کے آئینی ڈھانچے میں مناسب تحفظ حاصل ہوا، لیکن عملی سطح پر اس زبان کی ترقی وہ رفتار حاصل نہ کر سکی جس کی توقع کی جاتی تھی۔ آج سوال یہ ہے کہ اُردو کی موجودہ زبوں حالی کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا صرف حکومت؟ یا پھر خود اُردو سماج، تعلیمی ادارے، اساتذہ، مدارس، ادبی انجمنیں اور والدین بھی اس کے ذمہ دار ہیں؟

@ آئینی ضمانتیں اور عملی صورتِ حال۔

ہندوستان کا آئین لسانی اقلیتوں کے حقوق کو واضح طور پر تسلیم کرتا ہے۔ آئین کے آرٹیکل ۲۹ اور ۳۰ اقلیتوں کو اپنی زبان، تہذیب اور تعلیمی اداروں کے تحفظ کا حق دیتے ہیں، جبکہ آرٹیکل ۳۵۰A ریاستوں کو ہدایت کرتا ہے کہ لسانی اقلیتوں کے بچوں کو ابتدائی تعلیم مادری زبان میں فراہم کرنے کے لیے مناسب سہولتیں مہیا کی جائیں۔ آرٹیکل ۳۵۰B کے تحت لسانی اقلیتوں کے تحفظ کے لیے خصوصی افسر (Special Officer for Linguistic Minorities) کا تقرر بھی آئینی ذمہ داری ہے۔

اس کے باوجود بیشتر ریاستوں میں اُردو میڈیم اسکولوں کی حالت، اساتذہ کی کمی، درسی کتابوں کی تاخیر اور سرکاری دفاتر میں اُردو کے محدود استعمال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آئینی ضمانتوں پر مکمل عمل درآمد نہیں ہو سکا۔

@ مردم شماری کے اعداد و شمار کیا کہتے ہیں؟

۲۰۱۱ کی مردم شماری کے مطابق تقریباً ۵ء۰۸ کروڑ افراد نے اُردو کو اپنی مادری زبان قرار دیا، جو ملک کی کل آبادی کا تقریباً ۴ء۲ فیصد بنتا ہے۔ اس اعتبار سے اُردو ہندوستان کی بڑی زبانوں میں شامل ہے اور آٹھویں شیڈول کی تسلیم شدہ زبان بھی ہے۔ چونکہ ۲۰۲۱ کی مردم شماری تاحال مکمل طور پر شائع نہیں ہوئی، اس لیے یہی اعداد و شمار سرکاری حوالہ تصور کیے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت اس تصور کی نفی کرتی ہے کہ اُردو چند علاقوں تک محدود زبان ہے۔ مہاراشٹر، تلنگانہ، کرناٹک، بہار، اتر پردیش، دہلی اور جموں وکشمیر سمیت کئی ریاستوں میں اُردو بولنے والوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔

@ آزادی کی تحریک میں اُردو کا کردار-------

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ آزادیِ ہند کی تحریک میں اُردو صحافت نے نمایاں کردار ادا کیا۔ الہلال، البلاغ، زمیندار، کامریڈ اور دیگر اخبارات نے آزادی، قومی یکجہتی اور استعماری نظام کے خلاف عوامی شعور بیدار کیا۔

اسی طرح عدالتوں، دفتری نظام اور تعلیم میں بھی انیسویں صدی تک اُردو کا وسیع استعمال ہوتا رہا۔ اس لیے اُردو کو کسی ایک مذہب یا فرقے کی زبان قرار دینا تاریخی اعتبار سے درست نہیں بلکہ یہ ہندوستان کی مشترکہ تہذیبی روایت کی زبان ہے۔

@ حکومتی پالیسیوں کی کمزوریاں-----

آئینی تحفظ کے باوجود متعدد ریاستوں میں اُردو کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کیا جاتا۔ ہزاروں اساتذہ کی اسامیاں برسوں خالی رہتی ہیں۔ اُردو میڈیم اسکولوں کی تعداد مسلسل کم ہو رہی ہے۔ سرکاری ویب سائٹس، نوٹیفکیشنز اور عوامی خدمات میں اُردو کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ صورتِ حال اس بات کی متقاضی ہے کہ حکومتیں آئینی ذمہ داریوں کو محض کاغذی وعدوں تک محدود نہ رکھیں بلکہ عملی اقدامات کریں۔

@ اُردو تعلیمی اداروں کا محاسبہ----

دوسری طرف خود اُردو تعلیمی اداروں کو بھی اپنی کارکردگی کا سنجیدگی سے جائزہ لینا ہوگا۔ اکثر اُردو اسکول جدید سائنسی تعلیم، انگریزی، کمپیوٹر، مصنوعی ذہانت (AI)، ڈیجیٹل مہارت اور روزگار پر مبنی تعلیم میں خاطر خواہ پیش رفت نہیں کر سکے۔ نتیجتاً والدین نے بہتر مستقبل کی امید میں اپنے بچوں کو دوسرے میڈیم کے اسکولوں میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ اگر اُردو اسکول معیاری تعلیم، جدید لیبارٹریاں، ڈیجیٹل کلاس روم اور مسابقتی ماحول فراہم کریں تو والدین کا اعتماد بحال کیا جا سکتا ہے۔

@ اُردو اساتذہ کی ذمہ داری----

استاد کسی بھی زبان کا حقیقی محافظ ہوتا ہے۔ بعض اُردو اساتذہ نے تدریس کو صرف سرکاری ملازمت سمجھ لیا ہے۔ مسلسل مطالعہ، تحقیق، نئی کتابوں سے واقفیت، ڈیجیٹل ذرائع کا استعمال، تخلیقی تحریر اور طلبہ میں مطالعے کا ذوق پیدا کرنے پر مطلوبہ توجہ نہیں دی جاتی۔ حکومت مہاراشٹر کی جانب سے ریاست بھر میں ہزاروں اُردو اداروں کو صد فی صد اور چند اسکول تقریباً مالی امداد فراہم کر کے اُردو اسکولوں کا جال بچھا دیا ہے۔ جہاں ہزاروں اساتذہ کی روزی روٹی سے جُڑے ہیں۔ لیکن چند اساتذہ چھوڑ دیں تو نوے فیصد اساتذہ میں اُردو زبان سے عملی دلچسپی کا فقدان ہے حتٰی کہ اپنی اولاد کو بھی انگریزی یا مراٹھی اسکولوں میں داخلے دلواتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اُردو اساتذہ خود، اُردو اخباروں اور جرائد کا مطالعہ، کتب بینی کا شوق، جدید تحقیق، ٹیکنالوجی اور عالمی ادبی رجحانات سے واقف ہوں تاکہ نئی نسل زبان کو مستقبل سے جوڑ کر دیکھے، صرف ماضی سے نہیں۔

@ مدارس کا کردار------

مدارس نے اُردو زبان کی بقا میں تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ آج بھی لاکھوں طلبہ مدارس میں اُردو لکھنا اور پڑھنا سیکھتے ہیں، اور دینی علوم کا بڑا سرمایہ اُردو میں محفوظ ہے۔ تاہم وقت کا تقاضا ہے کہ مدارس اپنے نصاب میں کمپیوٹر، انگریزی، ریاضی، سماجی علوم، تحقیق اور جدید ابلاغی مہارتوں کو بھی شامل کریں تاکہ طلبہ عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو سکیں۔

@ ادبی انجمنیں اور سماجی تنظیمیں----

اکثر ادبی انجمنیں صرف مشاعروں اور رسمی تقریبات تک محدود ہو گئی ہیں۔ نوجوان نسل کے لیے آن لائن کورسز، کتاب بینی کی تحریک، ڈیجیٹل لائبریری، تحقیقی ورکشاپ، ادبی مقابلے اور سوشل میڈیا پر معیاری مواد تیار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اگر ادبی انجمنیں نئی نسل تک نہیں پہنچیں گی تو اُردو صرف یادگار بن کر رہ جائے گی، زندہ زبان نہیں۔

@ والدین کی ذمہ داری-----

کسی بھی زبان کا پہلا مدرسہ گھر ہوتا ہے۔ آج بہت سے تعلیم یافتہ والدین گھروں میں اُردو بولنے سے گریز کرتے ہیں۔ بچوں کو انگریزی ضرور سکھائیں، لیکن اپنی مادری اور تہذیبی زبان سے محروم نہ کریں۔ دو یا تین زبانیں سیکھنا ذہنی صلاحیت میں اضافہ کرتا ہے، اس لیے اُردو اور انگریزی ایک دوسرے کی مخالف نہیں بلکہ تکمیل کرنے والی زبانیں ہیں۔

@ ڈیجیٹل دور میں اُردو-----

آج علم کا بڑا حصہ انٹرنیٹ پر منتقل ہو چکا ہے۔ اگر اُردو کو زندہ رکھنا ہے تو مصنوعی ذہانت، ای بکس، آڈیو بکس، آن لائن جرائد، ڈیجیٹل لغات، موبائل ایپس، یوٹیوب، پوڈکاسٹ اور سوشل میڈیا پر معیاری اُردو مواد تیار کرنا ہوگا۔ زبانیں صرف ماضی کے کتب خانوں میں نہیں بلکہ مستقبل کی ٹیکنالوجی میں بھی زندہ رہتی ہیں۔ اُردو زبان کی زبوں حالی کا ذمہ دار صرف حکومت نہیں، بلکہ مجموعی طور پر ہمارا پورا سماج ہے۔ حکومت اپنی آئینی ذمہ داریاں پوری کرے، تعلیمی ادارے معیار بلند کریں، اساتذہ تحقیق و تدریس میں جدت لائیں، مدارس عصری علوم کو اپنائیں، ادبی انجمنیں نوجوان نسل تک پہنچیں اور والدین اپنے گھروں میں اُردو کو زندہ رکھیں۔

اُردو کا مسئلہ محض ایک زبان کا مسئلہ نہیں، بلکہ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب، ثقافتی تنوع اور آئینی اقدار کے تحفظ کا مسئلہ ہے۔ اگر ہم نے آج سنجیدگی سے اس کی حفاظت نہ کی تو آنے والی نسلیں ایک عظیم ادبی اور تہذیبی سرمایہ کھو دیں گی۔ "زبانیں حکومتوں کے سہارے زندہ نہیں رہتیں، بلکہ اپنے بولنے والوں کے شعور، محبت، عمل اور مسلسل جدوجہد سے زندہ رہتی ہیں۔"

محمد مسلم کبیر، لاتور
۸۲۰۸۴۳۵۴۱۴

# کب تک بیٹیاں رشتوں کے انتظار میں بیٹھی رہیں گی؟

محمد عادل ارریاوی

ہمارے معاشرے کا ایک نہایت ہی دردناک اور دل دہلا دینے والا دل سوز المیہ یہ ہے کہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں بیٹیاں شادی کی آس لیے اپنی عمر کا قیمتی حصہ انتظار میں گزار رہی ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق بیس سے پینتیس سال کی عمر کے ایک کروڑ سے زائد لڑکیاں مناسب رشتے کی منتظر ہیں جبکہ ان میں لاکھوں ایسی ہیں جن کی عمر معاشرتی پیمانے کے مطابق شادی کی حد سے آگے نکل چکی ہے۔ اسی طرح لاکھوں بیوائیں بھی موجود ہیں جن کی دوسری شادی نہ صرف ممکن ہے بلکہ شریعت بھی اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہے مگر معاشرے کی بے جا رسمیں غلط سوچ اور خود ساختہ معیار ان کی راہ میں دیوار بنے ہوئے ہیں۔

آج رشتہ تلاش کرنے کا انداز اس قدر مادہ پرستانہ اور ظالمانہ ہو چکا ہے کہ لڑکی کی دینداری اخلاق کردار اور تربیت کو پسِ پشت ڈال کر اس کے خاندان دولت رہائش ظاہری معیار اور بے شمار غیر ضروری چیزوں کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اگر لڑکی بیوہ ہو تو گویا اس کے لیے دروازے مزید بند کر دیے جاتے ہیں، اور اگر عمر تیس سال سے بڑھ جائے تو اسے بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے چاہے وہ ہر اعتبار سے بہترین کیوں نہ ہو۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہزاروں بیوائیں ایسی بھی ہیں جن کے لیے نہ کوئی مضبوط سرکاری سہارا موجود ہے اور نہ ہی کوئی مؤثر سماجی نظام۔ شوہر کے انتقال کے بعد بعض اوقات انہیں جائیداد کے جائز حق سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ انہیں اپنے ہی گھر سے بے دخل کر دیا جاتا ہے۔ کسی کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ ایک تنہا عورت اپنے بچوں سمیت زندگی کا بوجھ کیسے اٹھائے گی اور کن مشکلات کا سامنا کرے گی۔

رشتوں میں غیر معمولی تاخیر کی ایک بڑی وجہ ہماری بڑھتی ہوئی مادہ پرستی اور مفاد پرستی بھی ہے۔ آج شرافت حسنِ اخلاق دین داری اور اچھے کردار سے زیادہ بینک بیلنس نوکری بنگلہ گاڑی اور ظاہری آسائشوں کو دیکھا جاتا ہے۔ معمولی معمولی باتوں کو بنیاد بنا کر بہترین رشتے ٹھکرا دیے جاتے ہیں۔ کبھی یہ اعتراض سامنے آتا ہے کہ لڑکی والوں کا گھر کرائے کا ہے کبھی گلی تنگ ہونے پر ناک بھوں چڑھائی جاتی ہے کبھی علاقے کو بہانہ بنایا جاتا ہے اور کبھی اس بات پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ خاطر خواہ پروٹوکول نہیں ملا۔

یہ رویے نہ صرف افسوسناک ہیں بلکہ اس بات کی علامت بھی ہیں کہ ہم نے نکاح جیسے مقدس رشتے کو آسان بنانے کے بجائے انتہائی مشکل بنا دیا ہے۔

تعلیم بھی بعض اوقات اس مسئلے کا ایک پہلو بن جاتی ہے۔ والدین چاہتے ہیں کہ ان کی تعلیم یافتہ بیٹی کے لیے اسی معیار کا رشتہ ملے جبکہ دوسری طرف بعض لوگ زیادہ پڑھی لکھی لڑکی کو یہ سوچ کر مسترد کر دیتے ہیں کہ شاید وہ بدمزاج یا نافرمان ہوگی۔ حالانکہ تعلیم انسان کو شعور سمجھ اور بہتر اخلاق عطا کرتی ہے، نہ کہ غرور۔

اگر کوئی تعلیم یافتہ یا ملازمت پیشہ خاتون حالات کے جبر یا معاشرتی ناانصافی کی وجہ سے تنہا زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے تو ہمارا معاشرہ اس کی مدد کرنے کے بجائے اس کے کردار پر انگلیاں اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔ افسوس کہ ہم اس کے دکھ کو سمجھنے کے بجائے اسے شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں حالانکہ اس کی تنہائی کے ذمہ دار بھی اکثر ہم خود ہی ہوتے ہیں۔

ہمارے معاشرے کا ایک اور عجیب تضاد یہ ہے کہ جب اپنی بیٹی کے لیے رشتہ تلاش کیا جاتا ہے تو انسان اچھے اخلاق دین داری اور ذمہ دار لڑکا چاہتا ہے لیکن جب اپنے بیٹے کے لیے بہو ڈھونڈی جاتی ہے تو معیار یکسر بدل جاتا ہے۔ اس وقت خوبصورتی کم عمری دولت اور بے شمار غیر ضروری شرائط سامنے آ جاتی ہیں۔

مزید افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ اگر ایک مرد عمر رسیدہ ہو بیوہ ہو یا کئی بچوں کا باپ بھی ہو تب بھی اس کے لیے کم عمر کنواری لڑکی تلاش کی جاتی ہے جبکہ اسی عمر کی غیر شادی شدہ لڑکی یا بیوہ کو قبول کرنے کے لیے لوگ تیار نہیں ہوتے۔ یہ کھلا ہوا دوہرا معیار ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

ذرا ان والدین کے دل کی کیفیت کا تصور کیجیے جن کی بیٹیاں برسوں سے رشتوں کی منتظر ہیں۔ ہر آنے والا دن ان کے لیے نئی امید اور ہر گزرتا ہوا سال نئی بے بسی لے کر آتا ہے۔ وہ اپنی اولاد کے بہتر مستقبل کی دعائیں کرتے کرتے بوڑھے ہو جاتے ہیں مگر معاشرے کی بے جا رسمیں اور غیر ضروری مطالبات ان کی راہ میں رکاوٹ بنے رہتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نکاح کو آسان بنائیں غیر ضروری رسم و رواج جھوٹی انا مادہ پرستی اور بے بنیاد مطالبات کو ترک کریں بیوہ خواتین اور عمر رسیدہ غیر شادی شدہ خواتین کے ساتھ عزت و احترام کا رویہ اختیار کریں اور ہر انسان کو اس کا جائز مقام دیں۔

یاد رکھیے کسی بیٹی کی عزت اس کی عمر دولت یا ظاہری حیثیت سے نہیں بلکہ اس کے کردار دین داری اور انسانیت سے ہوتی ہے۔ اگر ہمارا معاشرہ اس حقیقت کو سمجھ لے تو نہ جانے کتنے گھر آباد ہو جائیں کتنی ماؤں کی دعائیں قبول ہوں اور کتنی بیٹیوں کی آنکھوں سے انتظار کے آنسو ہمیشہ کے لیے خشک ہو جائیں۔

یہ مسئلہ کسی ایک گھر ایک خاندان یا چند افراد کا نہیں، بلکہ پوری امت اور پورے معاشرے کا مشترکہ درد ہے۔ جب تک ہم اپنی سوچ اپنے معیار اور اپنے رویوں کو نہیں بدلیں گے تب تک نہ جانے کتنی بیٹیوں کی جوانیاں انتظار کی نذر ہوتی رہیں گی کتنے والدین حسرتوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتے رہیں گے اور کتنے گھر صرف ہماری بے جا شرطوں اور خود ساختہ رسموں کی وجہ سے آباد ہونے سے محروم رہیں گے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم نکاح کو آسان کردار کو معیار اور دین کو ترجیح دیں کیونکہ اسی میں فرد خاندان اور معاشرے کی حقیقی فلاح پوشیدہ ہے۔

اپنے بچوں کی شادیاں جلد ہی کرو کیونکہ جب انسان کو بھوک لگتی ہے اور جب اسے حلال رزق نہیں ملتا تو وہ حرام کھانا شروع کر دیتا ہے نکاح اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک پاک رشتہ ہے شادی ایک ضرورت ہے کسی بھی نوجوان مرد اور عورت کے لئے باپ جہیز جمع کرتے بوڑھا ہو جاتا ہے اور بیٹی تیس سال گھر پر بیٹھی رہ جاتی ہے بیٹا گھر بناتے بناتے ۳۵ سال کا ہو جاتا ہے اور اسی بے وجہ رسم و رواج نے سُنّت نکاح کو مشکل بنا دیا ہے اور زنا کو آسان آج کی نوجوان نسل زنا کی دَل دَل میں پھنستی جا رہی ہے۔ خدارا والدین اس بات کو سمجھیں اور اپنے بچوں کا نکاح جلد از جلد اور سادگی سے کریں۔ اللہ تعالیٰ تمام غیر شادی شدہ لڑکوں اور لڑکیوں بیوہ خواتین اور ان کے والدین کی پریشانیاں دور فرمائے انہیں نیک صالح اور مناسب رشتے عطا فرمائے اور ہمارے معاشرے کو نکاح آسان بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

# صحبت سے عادت تک: انسان کی خاموش تعمیر کا سفر

بختیار برکاتی دارالحکومت دہلی ہند

انسان اس دنیا میں خالی تختی بن کر نہیں آتا، بلکہ استعدادوں، رجحانات اور امکانات کا ایک مجموعہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد زندگی اس پر اپنے نقوش ثبت کرتی ہے۔ ان نقوش کو بنانے والے عوامل بے شمار ہیں، مگر ان میں چند ایسے ہیں جو خاموشی سے انسان کی پوری شخصیت کا رخ متعین کر دیتے ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں صحبت، ماحول، عادت، وقت اور مقصد ہیں۔

عام طور پر لوگ تقدیر کو کسی پراسرار قوت کا نام سمجھتے ہیں، حالانکہ زندگی کا ایک بڑا حصہ انہی چھوٹے چھوٹے عوامل سے تشکیل پاتا ہے جو روزانہ ہمارے گرد و پیش میں موجود ہوتے ہیں۔

صحبت: شخصیت کا پہلا معمار

انسان فطری طور پر ایک سماجی مخلوق ہے۔ وہ اپنے ماحول سے سیکھتا ہے، دوسروں کو دیکھ کر رویے اختیار کرتا ہے اور غیر محسوس انداز میں اپنے گرد موجود لوگوں کی عکاسی کرنے لگتا ہے۔

اسی لیے کہا گیا ہے کہ:

"انسان اپنے دوستوں کے دین اور طریقے پر ہوتا ہے۔"

صحبت محض لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کا نام نہیں بلکہ ہر وہ چیز صحبت ہے جس سے انسان مسلسل متاثر ہو رہا ہو۔ آج کے دور میں کتابیں، اساتذہ، موبائل فون، سوشل میڈیا، ویڈیوز اور نظریات بھی صحبت کی جدید شکلیں ہیں۔

جس ماحول میں خیر کا چرچا ہو وہاں نیکی آسان محسوس ہوتی ہے، اور جہاں برائی معمول بن جائے وہاں گناہ بھی عام نظر آنے لگتا ہے۔

ماحول: خاموش استاد

صحبت افراد سے تعلق رکھتی ہے جبکہ ماحول ایک وسیع تر دائرہ ہے۔

بیج اگر زرخیز زمین میں بویا جائے تو پھلتا پھولتا ہے، اور اگر بنجر زمین میں ڈال دیا جائے تو اس کی صلاحیتیں دب جاتی ہیں۔ یہی معاملہ انسان کا بھی ہے۔

ایک طالبِ علم کا مطالعہ پسند ماحول، ایک تاجر کا دیانت دار بازار، اور ایک سالک کی پاکیزہ مجلس اس کی نشو ونما میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

اسی لیے اصلاحِ فرد کے ساتھ اصلاحِ ماحول بھی ضروری ہے۔

عادت: کردار کی بنیاد

صحبت خیالات پیدا کرتی ہے، خیالات اعمال کو جنم دیتے ہیں، اور اعمال جب بار بار دہرائے جائیں تو عادت بن جاتے ہیں۔

ابتدا میں انسان عادت بناتا ہے، پھر عادت انسان کو بنانے لگتی ہے۔

دنیا کے اکثر بڑے کارنامے کسی ایک دن کے جوش کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ مستقل مزاجی کی عادت کا ثمر ہوتے ہیں۔

ایک دن کا مطالعہ علم نہیں بناتا، لیکن روزانہ کا مطالعہ عالم پیدا کر دیتا ہے۔

ایک دن کا صبر انسان کو بردبار نہیں بناتا، لیکن مسلسل صبر ایک مضبوط کردار کی بنیاد رکھتا ہے۔

وقت: سب سے بڑا سرمایہ

عادتیں وقت کے بطن میں پروان چڑھتی ہیں۔ وقت ایک ایسا خزانہ ہے جو ہر انسان کو برابر ملتا ہے، مگر اس کے استعمال کا فرق نتائج میں زمین و آسمان کا فرق پیدا کر دیتا ہے۔ جو شخص وقت کو ضائع کرتا ہے، درحقیقت وہ اپنی صلاحیتوں کو ضائع کرتا ہے۔ وقت کا حسن یہ ہے کہ وہ خاموشی سے ہر چیز کو بڑھاتا ہے؛ نیکی ہو تو نیکی کو، اور برائی ہو تو برائی کو۔

مقصد: سمت کا تعین

صحبت، ماحول، عادت اور وقت سب اہم ہیں، لیکن اگر مقصد واضح نہ ہو تو یہ تمام قوتیں منتشر ہو جاتی ہیں۔

جہاز خواہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو، اگر منزل متعین نہ ہو تو سمندر میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اسی طرح انسان کو بھی یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس لیے جی رہا ہے، کس سمت جانا چاہتا ہے، اور اس کی زندگی کا حاصل کیا ہے۔ مقصد انسان کے اعمال کو معنی دیتا ہے اور اس کی عادتوں کو سمت عطا کرتا ہے۔

تجربہ اور تجزیہ

زندگی صرف کرنے کا نام نہیں بلکہ سمجھنے کا نام بھی ہے۔ تجربہ انسان کو واقعات دیتا ہے، جبکہ تجزیہ ان واقعات سے حکمت اخذ کرنا سکھاتا ہے۔ جو شخص تجربات سے سبق حاصل نہیں کرتا وہ بار بار ایک ہی جگہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ اور جو شخص ہر تجربے کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی بصیرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

تزکیہ: اندرونی اصلاح کا عمل

انسان کی اصل جنگ بیرونی دنیا سے کم اور اپنے نفس سے زیادہ ہوتی ہے۔

تزکیۂ نفس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان دنیا چھوڑ دے، بلکہ یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات، عادات اور رجحانات کو ایک اعلیٰ مقصد کے تابع کر دے۔

دل صاف ہو تو علم نور بنتا ہے، ورنہ معلومات کا بوجھ رہ جاتا ہے۔

حاصلِ کلام

اگر انسانی تعمیر کا مکمل نقشہ ایک جملے میں بیان کرنا ہو تو یوں کہا جا سکتا ہے:

صحبت ماحول بناتی ہے، ماحول خیالات پیدا کرتا ہے، خیالات اعمال کو جنم دیتے ہیں، اعمال عادت بنتے ہیں، عادت کردار بناتی ہے، کردار زندگی کا رخ متعین کرتا ہے، اور یہی رخ انسان کی تقدیر کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

لہٰذا جو شخص اپنی زندگی بدلنا چاہتا ہے اسے سب سے پہلے اپنی صحبت، اپنا ماحول، اپنی عادتیں، اپنے وقت کا مصرف اور اپنے مقصدِ حیات کا جائزہ لینا چاہیے۔

کیونکہ درخت کو بدلنے کے لیے پھل نہیں، جڑوں کی اصلاح کرنا پڑتی ہے۔

# کیا ہم سچ میں حسینی ہیں؟

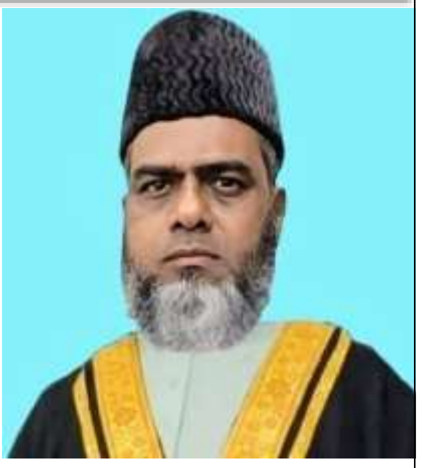

تحریر: جاوید اختر بھارتی

سب سے پہلے آغاز اپنے نظریئے سے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں کی جوتیاں راقم الحروف کے سر کا تاج ہیں امام عالی مقام کے قدموں کی دھول راقم الحروف کی آنکھوں کا سرمہ ہے لعنت ہو ان بدبختوں پر جنھوں نے باغ گل زہرہ کے پھول کو شہید کیا فرزند بتول پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے رسول کائنات کے نواسے کی گردن پر تلوار چلائی،، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین منی وانا من الحسین حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں مطلب یہ ہوا کہ حسین سے جس نے محبت کی اس نے نبی سے محبت کی جس نے نبی سے محبت کی اس نے حسین سے محبت کی امام علی مقام کے رتبے کا کیا کہنا کہ ممبر رسول پر اپنے نانا کے ساتھ بیٹھے کائنات کے ذرے ذرے کا نبی جب سجدے میں جائیں تو امام علی مقام پشت پر سوار ہو جائیں تو محبت پیار شفقت کا یہ عالم کہ نبی سید الکونین اپنے سجدے کو طول دے دیں اس سے امام حسین کے مقام و مرتبے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور ساتھ ہی یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ امام حسین سے بغض رکھنا دنیا و اخرت کے لیے ذلت و رسوائی اور تباہی کا ذریعہ ہے،، ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سچی محبت رکھے۔ « محبت کی دلیل » زندگی کے بہت سے موقع پر ثبوت مانگا جاتا ہے اور وہ ثبوت اسی شعبے میں پیش کرنا ہوتا ہے جس شعبے سے وہ موقع مناسبت رکھتا ہو یعنی محبت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اس کی ادا کو پسند کرتا ہے، اس کا تذکرہ خوب کرتا ہے اور اپنے محبوب کی ادا کو اپنانے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے اور یہ چیز دنیا میں ہمیں دکھائی بھی دیتی ہے پھر ایک دوست اپنے دوسرے دوست کے من مطابق کپڑے سلواتا ہے اور اس کی ہر بات پر لبیک کہتا ہے تو جب دین کی بات آتی ہے یا پیغمبر اخر الزماں کی بات آتی ہے اور اہل بیت اطہار کی بات آتی ہے اور ان سے محبت کا سوال آتا ہے تو ہم ان کی اداؤں پر عمل کیوں نہیں کرتے ان کے پیغامات پر عمل کیوں نہیں کرتے ان کی سیرت کو ہم اپنی زندگی میں کیوں نہیں لاتے ؟؟؟ جہاں دنیاوی محبت کی بات آتی ہے تو ہم دن اور رات ایک کر دیتے ہیں اور جہاں رب کے قران اور نبی کے فرمان سے محبت کی بات آتی ہے تو ہم زبانی جمع خرچی سے کام چلاتے ہیں روایات اختلافات اور بے جا ناقص خرافاتی رسم و رواج کا شکار کیوں ہو جاتے ہیں وہاں ہمیں محبت کا اصل معیار اور اصل پیمانہ کیوں یاد نہیں اتا؟

فجر کی نماز کا وقت ہے امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم مصلے پر ہیں امامت فرما رہے ہیں ابھی ایک رکعت ہوئی ہے ابولولو فیروز بدبخت نیزہ مارا پیٹ پھٹ گیا امیر المومنین بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو نماز کے بارے میں پوچھا جب معلوم ہوا کہ ابھی ایک رکعت باقی تھی تو امیر المومنین نے نماز ادا کی یعنی زخمی حالت میں بھی فاروق اعظم نے اعلان کیا کہ نماز میرے آقا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چالیس دن تک دشمنوں کے محاصرے میں رہ کر اعلان کیا کہ نماز میرے آقا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نو صاحبزادوں نے کربلا میں شہادت دے کر اعلان کیا کہ نماز حسنین کریمین کے نانا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے،، تمام شہدائے کربلا کا ایک اعلان کہ نماز دین کا ستون ہے، نماز مومن کی معراج ہے اور نماز کبھی کسی حال میں بھی معاف نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجلسوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ سیدنا امام حسین نے سر کٹا کر نماز بچائی یعنی ایک طرف ہمیں حضرت امام حسین کی عظمت کا اعتراف ہے پھر بھی ہم ان کے مشن اور ان کے پیغام پر عمل سے کوسوں دور ہیں،، یقیناً امام عالی مقام کے نام سے سبیلوں کا اہتمام اچھی بات ہے لیکن سبیلوں کے اہتمام میں نماز چھوٹ جائے تو ایسی سبیل سے کوئی فائدہ نہیں، یقیناً امام عالی مقام کے نام کی مجلس کا اہتمام اچھی بات ہے لیکن اس مجلس کے انتظام میں نماز چھوٹ جائے تو ایسی مجلس کا کوئی فائدہ نہیں،،

یقیناً جلسہ سیرۃ النبی و میلادالنبی کا اہتمام اچھی بات ہے لیکن اس کے انتظام میں، اسٹیج کی سجاوٹ میں، ٹینٹ و شامیانا لگانے میں نماز چھوٹ جائے تو ایسے جلسوں اور جلوسوں اور اسٹیج کا کوئی فائدہ نہیں

حضرت امام حسینؓ نے کربلا کے میدان میں ظلم، جبر، بھوک، پیاس، شہادتِ عزیزان اور ہر قسم کی آزمائش کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ترک نہیں کیا۔ جب نماز کا وقت آیا تو تلواروں اور تیروں کی بارش میں بھی نماز قائم کی گئی، کیونکہ ان کے نزدیک اللہ کی رضا ہر چیز سے بڑھ کر تھی۔

آج ہم خود کو امام حسینؓ کا ماننے والا کہتے ہیں، ان سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، ان کے غم میں مجالس اور جلوسوں میں شریک بھی ہوتے ہیں، لیکن اگر انہی دنوں میں ہماری اپنی نمازیں قضا ہو جائیں، فجر سو کر گزر جائے، ظہر و عصر کاروبار میں رہ جائیں، مغرب و عشاء غفلت کی نذر ہو جائیں، تو ہمیں اپنے دل سے یہ سوال ضرور کرنا چاہیے کہ کیا ہماری محبت صرف دعووں تک محدود ہے؟

امام حسینؓ نے اپنی جان، اپنے اہلِ بیتؓ اور اپنے ساتھیوں کی قربانی دے کر یہ پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ کے دین پر ثابت قدم رہنا ہی کامیابی ہے۔ اگر ہم واقعی حسینی ہیں تو ہماری پہچان بھی سچائی، تقویٰ، عدل، صبر، حسنِ اخلاق اور سب سے بڑھ کر نماز کی پابندی ہونی چاہیے۔ محرم کا اصل پیغام یہ نہیں کہ صرف آنسو بہائے جائیں، بلکہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق ڈھالا جائے۔

جو شخص امام حسینؓ سے محبت کرتا ہے، وہ ان کے کردار، ان کی قربانی اور ان کی عبادت سے بھی محبت کرے۔

آیئے عہد کریں کہ اس محرم کے مہینے میں ہم صرف امام حسینؓ کو صرف نمائشی طور پر یاد نہیں کریں گے بلکہ ان کے پیغام پر عمل بھی کریں گے۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کریں گے، گناہوں سے بچیں گے، حق کا ساتھ دیں گے اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں گے۔ یہی امام حسینؓ سے سچی محبت اور حقیقی خراجِ عقیدت ہے۔

ملک عرب کے تپتے ہوئے صحرا و جنگل، میدان و بیابان میں بھوک و پیاس سے نڈھال ہو کر، ظلم و ستم کے پہاڑ سہ کر نماز قضا نہیں کی کیوں ؟ اس لئے کہ نماز میرے آقا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور امام حسین میرے آقا کے نواسے ہیں ،، یعنی نواسے نے ظلم و جبر کے میدان میں بھی اعلان کر دیا کہ او میرے نانا کا کلمہ پڑھنے والوں یاد رکھنا نماز میرے نانا کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

افسوس صد افسوس آج کے دور میں اکثریت میں دیکھا جاتا ہے کہ علماء، خطباء، شعراء وغیرہ ہر چیز کو تجارت کا رنگ دینے میں پیچھے نہیں ہیں،، امام عالی مقام نے کربلا کی سرزمین پر مصائب کو برداشت کیا اور صبر کا دامن تھامے رکھا اور آج کا خطیب اسی مصائب کو بیان کرنے کا منہ مانگی قیمت وصول کرنے میں لگا رہتا ہے اور اپنی تقریر جمانے کے لئے ابو مخنف لوط بن یحیی کی غیر معتبر و غیر مستند تحریر و روایات کا سہارا لیتا ہے اور ایسی ایسی فرضی و من گھڑت روایات بیان کرتا ہے کہ خود امام عالی مقام کی توہین تک کر بیٹھتا ہے اور ایسے خطیبوں کے رویئے سے یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا مقصد صرف رونا رلانا ہوتا ہے یقیناً ایسے خطباء بھی لعنت کے ہی مستحق ہیں،، ان میں بعض خطباء ایسے ہیں کہ وہ اپنی چرب زبانی کے آگے ادب لحاظ کو بھی بالائے طاق رکھ دیتے ہیں امام عالی مقام کی شان میں پچپن سال کا بوڑھا کہنا کیا یہ ادب کے خلاف نہیں ہے،، بالکل ادب کے خلاف ہے،، چرب زبانی کا حال تو یہ ہے کہ ایک خطیب نے جذباتی انداز میں بولتے ہوئے کہتا ہے کہ امام عالی مقام کا گھوڑا پوری رات دھوپ میں کھڑا رہا،، یہ حال ہے آج کے دور کے بعض خطباء و مقررین کا انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ ہماری بات دلائل پر مبنی ہے یا ہوائی ریومر ہے۔

ایک اور انتہائی اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایسا طبقہ بھی ہے جو یزید کو لعن و طعن کرتا ہے، ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو سکوت اختیار کرتا ہے یہ دونوں نظریہ تو سمجھ میں آتا ہے لیکن آج کچھ لوگ یزید کو امیر المومنین بھی کہنے لگے یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی آخر کس بنیاد پر امیر المؤمنین کہا جا سکتا ہے جبکہ امیر المومنین تو حضرت امیر معاویہ کو بھی نہیں کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے خلافت کو ملوکیت ( بادشاہت) میں تبدیل کیا ہے،، یاد رکھیں یزید کو امیر المومنین کہنا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا یہ یزید کے ساتھ ہمدردی و محبت ہے لیکن یہ اتنی خطرناک محبت ہے کہ امام عالی مقام کے ساتھ بغض و حسد سے تعبیر ہوتی ہے یعنی یزید سے محبت رکھنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض کا اظہار ہے کیونکہ ایک ہی سینے میں امام حسین کی محبت اور یزید کی بھی محبت ایسا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں حضرت سیدنا امام حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سچی محبت کرنے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے اور نماز کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین،،۔

# * طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح۔ اس کے اسباب و اثرات *

ازقلم: محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی
نائب ایڈیٹر: نیپال اردو ٹائمز بنوٹا، مہوتری، نیپال

مسلم معاشرے میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح ایک ایسا سنجیدہ اور لمحہ فکریہ مسئلہ ہے جو ہمارے خاندانی نظام کی بنیادوں کو ہلا رہا ہے۔ میاں بیوی کا رشتہ صرف دو افراد کا ملاپ نہیں ہوتا بلکہ دو خاندانوں اور ایک نئی نسل کی تعمیر کا ضامن ہوتا ہے۔ اس رشتے کا ٹوٹنا پورے معاشرتی ڈھانچے پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔

معاشرے میں طلاق کی حالیہ کثرتِ واردات (بڑھتی ہوئی شرح) ایک ایسا المیہ ہے جو ہمارے مضبوط خاندانی تشخص اور اسلامی اقدار کو براہِ راست متاثر کر رہا ہے۔ اسلام میں شادی کو ایک مستحکم اور مضبوط عہد قرار دیا گیا ہے، اور طلاق کو آخری حربے کے طور پر صرف اس وقت اجازت دی گئی ہے جب نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔

لیکن آج کے مسلم معاشرے میں یہ رشتہ معمولی سی باتوں پر ٹوٹ رہا ہے۔ اس کی گہرائی میں جائیں تو کئی مذہبی، معاشرتی اور نفسیاتی حقائق سامنے آتے ہیں۔

جب کہ اسلام میں طلاق کو ابغض المباحات (یعنی اسلام شرع میں مباح چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے) کہا گیا ہے۔

مسلم معاشرے میں طلاق کی کثرت کے خاص اسباب:

عام وجوہات جیسے معاشی مسائل یا سوشل میڈیا کے علاوہ، مسلم معاشروں میں کچھ مخصوص فکری اور خاندانی تبدیلیاں آئی ہیں جو اس کثرت کا سبب بن رہی ہیں:

(۱) سوشل میڈیا و موبائل کا بے جا استعمال:

موجودہ دور میں سوشل میڈیا جتنا فائدہ مند ہے، اس سے کہیں زیادہ مہلک اور خطرناک ثابت ہو رہا ہے۔ طلاق کے بڑھتے ہوئے واقعات میں موبائل اور سوشل میڈیا کا بہت بڑا دخل ہے۔ موبائل کے بے جا اور کثرتِ استعمال نے گھریلو زندگی میں بات بات پر جنگ وجدال اور نفرت کو جنم دیا ہے۔

اس کے نتیجے میں نوجوان طبقہ ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو کر فوری طور پر زبان سے طلاق کے الفاظ ادا کر دیتا ہے۔ اس نوعیت کے متعدد معاملات ناچیز کے پاس آئے ہیں؛ سائلین کا غصہ جب ٹھنڈا ہوتا ہے تو وہ مختلف بہانے بنا کر بات پیش کرتے ہیں تاکہ رجوع کا کوئی راستہ نکل سکے، لیکن افسوس کہ تین طلاقوں کے بعد شرعاً کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہتا۔

بعض احباب موبائل کے ذریعے (پیغام یا کال پر) دی جانے والی طلاق کا حکم پوچھتے ہیں کہ اس سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب کتبِ فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، اور ناچیز نے بھی حال ہی میں اس مسئلے پر ایک مدلل و مفصل فتویٰ تحریر کیا ہے۔

(۲) اسلامی تعلیمات اور حقوق و فرائض سے دوری:

آج کل شادی کے وقت صرف رسومات، جہیز اور مادی آسائشوں پر توجہ دی جاتی ہے، لیکن دونوں فریقین کو میاں بیوی کے شرعی حقوق اور فرائض کی تربیت نہیں دی جاتی۔

مرد اکثر قوام یعنی سربراہ ہونے کا غلط مطلب نکال کر تنگ نظری اور تشدد کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

دوسری طرف، عورت کو حاصل حقوق اور شوہر کے فرائض کے توازن کو سمجھے بغیر جذبات میں فیصلے کیے جاتے ہیں۔

(۳) نکاح کو عارضی سمجھنا اور طلاق میں جلد بازی:

ماضی میں مسلم خاندانوں میں طلاق کو ایک بہت بڑا عیب سمجھا جاتا تھا، جس کی وجہ سے فریقین رشتہ نبھانے کی آخری حد تک کوشش کرتے تھے۔

جب کہ آج کل کے مادہ پرستانہ دور میں "معاملہ ختم کرو" کا رجحان بڑھ گیا ہے۔

جذبات میں آکر ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دینا یا غصے پر قابو نہ پانا یا نشے میں ڈوبے رہنا ایک عام وبا بن چکا ہے۔

(۴) خلع کے قوانین کا غلط یا بے جا استعمال:

جدید قوانین کے تحت خواتین کے لیے خلع کا حصول ماضی کے مقابلے میں آسان ہوا ہے، جو کہ مظلوم خواتین کے لیے ایک بڑی نعمت ہے۔ لیکن بعض اوقات معمولی نوعیت کے گھریلو جھگڑوں یا سسرالی چپقلش کی بنا پر، بغیر کسی ٹھوس شرعی وجہ کے، جذبات میں آکر خلع کی ڈگریاں لے لی جاتی ہیں، جس سے ہنستے کھیلتے گھر اجڑ جاتے ہیں۔

(۵) مغربیت پسندی اور خاندانی اقدار کا زوال:

مغربی ثقافت کے اثرات کے باعث اب مسلم معاشروں میں بھی "انفرادی آزادی" کا تصور ابھر رہا ہے۔ جہاں قربانی، ایثار اور ایک دوسرے کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کو کمزوری سمجھا جانے لگا ہے۔

(۶) جہیز کی لعنت:

طلبِ جہیز کے ظلم و جبر اور اس کی لعنت نے ہمارے معاشرے کو شدید ترین نقصان پہنچایا ہے۔ یہ ایک طویل اور ناسور بن چکا مستقل مرض ہے، جس پر ہمارے اکابرین اور دانشوروں نے خوب لکھا ہے، لیکن ابھی تک اس میں کچھ سدھار نہیں ہو سکا ہے۔

طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح پر جہیز کا ایک نہایت منفی اثر پڑا ہے۔ تقریباً ۵۰ فیصد امیروں اور ۸۰ فیصد غریبوں میں جہیز ہی کی وجہ سے طلاقیں دی جا رہی ہیں۔ ان سب کو جہیز کے بوجھ نے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ کبھی نکاح سے قبل ہی منہ مانگا جہیز نہ ملنے پر رشتے کو ٹھکرا دیا جاتا ہے، تو کبھی بعدِ نکاح چند ماہ یا چند سالوں میں طلاق کی نوبت آ جاتی ہے۔

جہیز کی اس لعنت میں عوام کے ساتھ ساتھ بہت سے علماء بھی برابر کے شریک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عوامی طبقے میں جس تیزی کے ساتھ طلاق کی شرح بڑھ رہی ہے، اسی قدر علماء بالخصوص علماء نما جہلاء (شعراء، خطباء، نقباء) اپنی عیاشی اور مکاری کی بنیاد پر طلاقیں دے رہے ہیں۔ نہ انہیں کوئی روکنے والا ہے اور نہ سمجھانے والا؛ بلکہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ بہت سے بڑے لوگ ان کی پشت پناہی کر کے طلاق کی اس شرح کو مزید فروغ دے رہے ہیں۔ اللہ کی پناہ۔

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اسلام نے خاندانی نظام کو بچانے کے لیے ایک بہترین اور منظم طریقہ کار دیا ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر ہم اس کثرت واردات کو روک سکتے ہیں۔ چند باتیں یہاں پیش کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

قرآنی طریقۂ مصالحت و حکمت:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں واضح ہدایت دیتا ہے کہ اگر میاں بیوی میں بگاڑ کا خوف ہو تو:

"وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّـقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا"۔ (سورہ النساء: آیت ۳۵)

"اور اگر تم کو میاں بی بی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے"۔

آج کل ہم اس قرآنی حکم کو بھول چکے ہیں۔ جیسے ہی جھگڑا ہوتا ہے، بات عدالت یا تھانے پہنچ جاتی ہے۔ خاندان کے بڑوں کو چاہیے کہ وہ فریق بننے کے بجائے غیر جانبدار ثالث کا کردار ادا کریں۔

تعلیم اور ازدواجی حقوق سے بے خبری

شادی سے قبل دینی و شرعی تعلیم اور ازدواجی زندگی کے احکام و آداب سے بے خبری اکثر خاندانی رشتوں کی ناکامی کا سبب بنتی ہے۔ اگر لڑکا اور لڑکی شادی سے پہلے ایک دوسرے کے حقوق، ذمہ داریوں اور باہمی احترام کے شرعی اصولوں سے واقف ہوں، نیز رشتہ داری کو نبھانے کے لیے صبر جمیل کی اہمیت سے آشنا ہوں، تو معاشرے کو طلاق اور گھریلو ناچاقی جیسے مسائل سے بچایا جا سکتا ہے۔

طلاق کے شرعی طریقے پر عمل درآمد:

مسلم معاشرے میں عام طور پر غصے کی حالت میں بیک وقت تین طلاقیں دے دی جاتی ہیں، جو کہ سخت گناہ اور شرعی طریقہ کار کے خلاف ہے۔ اسلام نے طلاقِ رجعی کا طریقہ اسی لیے رکھا ہے تاکہ طلاق کے بعد بھی عدت کے دوران مرد اور عورت کو اپنے فیصلے پر دوبارہ غور کرنے اور رجوع کرنے کا موقع مل سکے۔ اس شعور کو عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

لیکن صد افسوس کہ ہماری صف کے جاہل نما بھی ایک ہی سانس میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں، اور کم علمی و نادانی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

* معاشرے پر طلاق کے اثرات *

طلاق محض دو افراد کی علیحدگی نہیں بلکہ ایک پورا خاندانی نظام بکھرنے کا نام ہے، جس کے اثرات پورے معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا نقصان بچوں کو پہنچتا ہے، جو شدید نفسیاتی تناؤ، احساسِ محرومی اور تعلیمی زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔

طلاقِ مغلظہ کے بعد، بغیر حلالہ کے ازدواجی زندگی گزارنا بدترین حرام کاری اور اللہ کی لعنت کا سبب ہے۔ صد افسوس کہ دورِ حاضر میں اس سنگین جرم میں عوام تو عوام، بعض جاہل نما علما، غیر ذمہ دار شعرا، چرب زبان خطبا اور نقبا بھی برابر کے شریک ہیں۔

معاشی اعتبار سے یہ دونوں فریقین پر بوجھ بڑھاتی ہے اور سنگل پیرنٹ کے لیے بچوں کی پرورش دشوار بنا دیتی ہے۔ مزید برآں، طلاق کی بڑھتی شرح سے خاندانی یکجہتی کمزور ہوتی ہے اور نوجوان نسل کا شادی کے رشتے پر سے اعتماد اٹھنے لگتا ہے۔ معاشرتی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ باہمی افہام و تفہیم اور کونسلنگ سے اس رجحان کو روکا جائے۔

کیوں کہ ایک صحت مند مسلم معاشرے کی بقا اور مضبوط خاندانی نظام کے لئے طلاق سے دوری ضروری ہے، اگر طلاق کا یہ رجحان اسی طرح بڑھتا رہا، تو ہماری اگلی نسلیں ذہنی و نفسیاتی طور پر مفلوج ہو جائیں گی، جس کا خمیازہ پورے معاشرے کو بھگتنا پڑے گا۔

اللہ ہم سب کو شریعت محمدی پہ عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

۲۳/ محرم الحرام ۱۴۴۸ھ

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز



# شہیدِ اعظم کانفرنس بحسن و خوبی اختتام پذیر

## عالمی مبلغ اسلام ڈاکٹر انوار احمد بغدادی کا والہانہ استقبال

پریس ریلیز نیپال اردو ٹائمز
رپورٹ: ابوارشد مصباحی، مہوتری

دوحہ قطر: گزشتہ روز مورخہ ۳ جولائی ۲۰۲۶ء بروز جمعہ، بعد نمازِ مغرب 'قاضی نیپال فاؤنڈیشن' کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان "شہیدِ اعظم کانفرنس" کا انتہائی کامیاب انعقاد کیا گیا۔ اس پروقار تقریب کے مہمانِ خصوصی، جن کے والہانہ استقبال کے لیے یہ پوری بزم سجائی گئی تھی، عالمی شہرت یافتہ اسلامک اسکالر اور مفکرِ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر انوار احمد بغدادی صاحب دام ظلہ العالی (سابق پرنسپل دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، یوپی، و حال مقیم بلغار اسلامک اکیڈمی، تاتارستان، روس) تھے۔

کانفرنس میں ڈاکٹر صاحب کی عالمی سطح پر انجام دی گئی دینی، علمی، تبلیغی اور تصنیفی خدمات کا شاندار اعتراف کیا گیا۔ کثیر علمائے کرام اور عوامِ اہل سنت کی موجودگی میں پرجوش نعروں کی گونج اور والہانہ محبت کے ساتھ سب سے پہلے آپ کی شال پوشی کی گئی، اور پروگرام کے آخری مرحلے میں آپ کو اعزازی طور پر "قاضی نیپال ایوارڈ" سے سرفراز کیا گیا۔

اس موقع پر مہمانِ خصوصی ڈاکٹر انوار احمد بغدادی صاحب نے ایک انتہائی مدلل، علمی اور ناصحانہ خطاب فرمایا، جس میں انہوں نے دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق درج ذیل اہم نکات پیش کیے:

۱. ہم جب بھی کسی دیارِ غیر میں پروگرام کریں، تو وہاں جذباتی بیانات کے بجائے انتہائی سنجیدگی اور حکمت کے ساتھ اپنی بات رکھیں۔

۲. قاضی نیپال فاؤنڈیشن کی فلاحی و دینی کارکردگی پر انہوں نے دلی مسرت کا اظہار فرمایا۔

۳. عوام الناس کو چاہیے کہ وہ دین و شریعت کے مسائل معلوم کرنے کے لیے آرٹیفیشل انٹیلیجنس اے آئی پر بھروسہ کرنے کے بجائے مستند علمائے کرام سے رجوع کریں، جیسے حضور قاضی نیپال مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتِ گرامی ہے۔

۴. جب بھی امت پر کوئی مصیبت آئے تو احساسِ کمتری کا شکار ہونے کے بجائے صبر، حوصلے اور استقامت کے ساتھ مشکلات کا ڈٹ کر سامنا کریں۔

انہوں نے واشگاف لفظوں میں فرمایا: "ہمارا اسلام خطرے میں نہیں ہے، کیونکہ اسلام 'حق' ہے۔ اسلام (اپنے ماننے والوں کی غفلت سے) گرد آلود تو ہو سکتا ہے، لیکن کبھی خطرے میں نہیں پڑ سکتا۔ ہاں، وہ لوگ اور تہذیبیں ضرور خطرے میں ہیں جن کا مذہب غیر مہذب ہے"۔

۵. انسان دراصل 'صبر و شکر' کے مجموعے کا نام ہے۔ مصیبت میں صبر کرے اور خوش حالی میں رب کا شکر ادا کرے۔

۶. اگر دنیا کے سامنے حضور اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا صحیح اور علمی تعارف پیش کیا جائے، تو دنیا حق کو قبول کرے گی اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کر سکے گا۔ افسوس کہ چند کم خواندہ خطبا نے اعلی حضرت کے مشن کو (غلط رنگ دے کر) متاثر کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ عالمی سطح پر اہل سنت و جماعت کو محض ایک 'فرقہ' سمجھا جانے لگا ہے، حالانکہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اصل پہچان یہ ہے کہ یہی اہل سنت و جماعت ہے اور یہی سوادِ اعظم ہے۔

۷. ہمیں باہمی اتحاد کے ساتھ کام کرنا چاہیے، کیونکہ اتحاد میں ہی برکت اور کامیابی ہے۔

۸. علمائے کرام دنیاوی مال و زر اور پیسے کے پیچھے نہ بھاگیں، بلکہ ہمیشہ رب کی رضا پر راضی رہیں۔

۹. عوام پر لازم ہے کہ وہ علمائے دین کا ہمیشہ احترام کریں، کیونکہ ان کی پیروی اور رہنمائی میں ہی دنیا و آخرت کی بھلائیاں پوشیدہ ہیں۔

اس مایہ ناز کانفرنس کی سرپرستی حضرت علامہ عبد القادر اویسی صاحب نے فرمائی، صدارت کے فرائض حضرت مولانا سلامت حسین رضوی صاحب نے انجام دیے، جبکہ قیادت شاعرِ اسلام حضرت مولانا نعیم الدین قادری صاحب نے نبھائی۔ ان تینوں مقتدر حضرات کے ساتھ 'نیپال اردو ٹائمز' کے نائب ایڈیٹر حضرت مولانا مفتی محمد کلام الدین نعمانی مصباحی صاحب کی کامل معاونت و حمایت شاملِ حال رہی۔

جب کہ نظامت کی خوبصورت ذمہ داری حضرت عالم اویسی صاحب نے انجام دی.

کانفرنس کا آغاز حافظ دلشاد عالم اویسی صاحب نے تلاوتِ کلامِ پاک سے کیا، جس کے بعد انہوں نے 'کلامِ رضا' پڑھ کر محفل میں ایمانی جوش پیدا کیا۔ بعد ازاں حافظ احمد رضا (ابن مولانا عبد القادر اویسی صاحب)، مولانا فیض رضا، حضرت مولانا نعیم الدین قادری صاحب، مولانا شعیب صاحب، اور دامادِ حضور قاضی نیپال حضرت مولانا ابو الحقانی صاحب نے اپنے دلکش اور لاجواب نعتیہ کلام و مناقب سے محفل کو منور کر دیا۔ بزم میں یہ اشعار خاص طور پر گونجے

اس کے بعد، قاضی نیپال فاؤنڈیشن کے نائب صدر اور نیپال اردو ٹائمز کے نائب ایڈیٹر حضرت مفتی کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی صاحب نے علمِ دین اور علما کی فضیلت پر ایک انتہائی جامع بیان پیش کیا۔ بعدہ نیپال اردو ٹائمز کے نمائندے حضرت مولانا بلال برکاتی صاحب نے حضور قاضی نیپال صاحب کی شخصیت اور ان کی دینی، ملی، سماجی، تبلیغی، تعمیری، تصنیفی، تدریسی اور سیاسی خدمات کا مختصر مگر جامع مانع تعارف بہترین انداز میں پیش کیا، جسے سن کر حاضرینِ مجلس میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

پروگرام کے اگلے مرحلے میں، نیپال اردو ٹائمز کے چیف ایڈیٹر حضرت مولانا عبد الجبار علیمی صاحب نے قاضی نیپال فاؤنڈیشن اور اس کے اراکین کا شکریہ ادا کرنے کے بعد مہمانِ خصوصی ڈاکٹر انوار احمد بغدادی صاحب کا تفصیلی تعارف پیش کیا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت نے مجددِ دین و ملت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ایک معرکہ آرا کتاب تصنیف فرمائی ہے، اور امامِ اہل سنت کی 'جامع الاحادیث' کا عربی میں ترجمہ بھی کیا ہے، جو کہ ایک عظیم علمی کارنامہ ہے۔

آخر میں، فاؤنڈیشن کے سرپرستِ اعلیٰ علامہ عبد القادر اویسی صاحب نے قاضی نیپال فاؤنڈیشن کی دینی، ملی اور سماجی خدمات کا اجمالی خاکہ پیش کیا اور سبھی حضرات کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر کام کرنے کی دعوت دی۔

یہ مبارک کانفرنس اپنے مقررہ وقت پر، معمولاتِ اہل سنت کے مطابق صلاۃ و سلام کے نذرانے اور سرپرستِ اعلیٰ کی رقت آمیز دعاؤں کے ساتھ بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

رپورٹ: ابوارشد مصباحی، مہوتری

## کلام تہنیت

وارث علم نبوت حضرت انوار ہیں
رہنمائے دین و ملت حضرت انوار ہیں

آتی ہے آواز یہ باب علیمی سے سدا
بیش قیمت رب کی نعمت حضرت انوار ہیں

ہیں مدرس اور مدبر اور مقرر بھی عظیم
حامی دین و شریعت حضرت انوار ہیں

آپ کے شاگردوں کی تعداد سے ظاہر ہے یہ
مقتدائے علم و حکمت حضرت انوار ہیں

اپنے تو اپنے ہیں غیروں نے کہا یہ بر ملا
پیکر اخلاص و الفت حضرت انوار ہیں

آپ کا رتبہ بیاں نعمانی احقر کیا کرے
پاسبان اہل سنت حضرت انوار ہیں

از قلم
محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی
بنوٹا مہوتری نیپال
نائب ایڈیٹر نیپال اردو ٹائمز

# تقریب استقبال و اعتراف خدمات ادیب شہیر ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی حفظہ اللہ

پریس ریلیز نیپال اردو ٹائمز
*زیر اہتمام: فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال (دوحہ قطر)*

مورخہ ۰۳/جولائی/۲۰۲۶ء بعد نماز جمعہ مبارک بمقام سوادیلو ہوٹل، مُرہ دوحہ قطر میں ملک نیپال کی متحرک وفعال غیر سیاسی تنظیم "فخر ملت فاؤنڈیشن" کے زیر اہتمام استقبالیہ تقریب بنام "اعتراف خدمات ڈاکٹر حضرت علامہ انوار احمد خاں بغدادی مدظلہ العالی والنورانی" منعقد کی گئی۔ جس میں حضرت بغدادی صاحب قبلہ کی علمی، تحقیقی اور تبلیغی خدمات کا ذکر کر کے انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

تقریب کا آغاز حسب دستور حضرت حافظ و قاری محمد حامد رضا برکاتی ضیائی صاحب نے تلاوت قرآن مجید سے کیا۔ تلاوتِ کلام اللہ کے بعد بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کا شرف جناب حافظ احمد رضا صاحب کو ملا جنھوں نے کلام الامام امام الکلام کا مشہور زمانہ کلام "سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے" پڑھ کر تمام حاضرین کو محظوظ کیا۔ خطبۂ استقبالیہ پیش کرنے کے لیے فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری شاعر اہل سنت ادیب شہیر حضرت مولانا محمد علاءالدین امنؔ رضوی زید مجدہ و علمہ کھڑے ہوئے اور اپنے اچھوتے انداز میں تمام حاضرین بالخصوص عظیم مہمان حضرت مبلغ اسلام ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی صاحب قبلہ کا خیر مقدم کیا۔ اسی درمیان موصوف نے فاؤنڈیشن کا مختصر تعارف اور خدمات پیش کرنے کے بعد حضرت مبلغ اسلام کی حیات اور ان کی خدمات دینیہ کے حوالے سے گفتگو کی۔

اس کے بعد حضرت مولانا مفتی کلام الدین نعمانی صاحب قبلہ نے حضرت مبلغ اسلام کی بارگاہ میں تہنیتی کلام پیش کیا جسے انھوں نے خود ترتیب دیا تھا۔ پھر حضرت مولانا عبد الجبار علیمی صاحب (چیف ایڈیٹر نیپال اردو ٹائمز) خطاب کے لیے تشریف لائے، انھوں نے اپنے بیان میں صدر فاؤنڈیشن مولانا محمد عابد حسین سمیت تمام اراکین و ممبران کو حوصلہ افزائی اور مبارکباد پیش کرنے کے بعد مہمان خصوصی حضرت بغدادی صاحب قبلہ کی عرب ممالک میں علمائے اہل سنت کی نمائندگی پر روشنی ڈالا اور فخر ملت فاؤنڈیشن کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے اس کے سرپرست اعلی بزرگ عالم دین، عطائے حضور حافظ ملت، مفتیٔ اعظم نیپال، امین شریعت دوم حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل قادری رضوی مصباحی المعروف بہ حضور فخر نیپال قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی دینی خدمات کا ذکر کر کے خراج تحسین پیش کیا۔

پھر مہمان خصوصی مبلغ اسلام حضرت ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی صاحب قبلہ کا نصیحت آموز خطاب ہوا۔ آپ نے عالمی سطح پر اہل سنت کو درپیش جدید چیلینجز پر نہایت خوبصورت اور جامع تقریر فرمائی جسے سن کر سوچ بدلنے، کردار سنوارنے اور مثبت تبدیلی کے ساتھ نئی جہت پر کام کرنے کا جذبہ صادق پیدا ہوا اور ان کے خطاب نایاب سے سامعین کے دل باغ بہار ہوگیے۔ آپ نے بھی فاؤنڈیشن اور حضور سیدی فخر نیپال قبلہ اور جانشین حضور فخر نیپال صاحب کی دینی خدمات کو سراہا اور یہ نصیحت فرمائی کہ دور حاضر کے چیلینجز کے مطابق ہمیں فاؤنڈیشن سے امید ہے کہ یوں ہی وہ دینی کام کرتے رہیں گے۔ حضرت مبلغ اسلام کی تقریر کے بعد جانشین حضور فخر نیپال حضرت مولانا محمد فضل یزدانی قادری امجدی مدظلہ العالی سامعین کے روبرو ہوئے اور آپ نے اپنے بیان میں حضرت مبلغ اسلام کے اخلاق و کردار اور ان کے علمی جاہ وجلال کا تذکرہ کیا بالخصوص حضرت مبلغ اسلام کی مسلک اعلی حضرت کی فروغ واشاعت کے لیے عرب دنیا کے تبلیغی اسفار پر مبارکباد پیش کی اور ان کی خدمات کے اعتراف میں فخر ملت فاؤنڈیشن کی طرف سے "فخر نیپال ایوارڈ" اور سپاس عقیدت پیش کیا۔ ساتھ ہی ساتھ فاؤنڈیشن کے مطبوعہ کتب بھی بطور تحفہ حضرت مبلغ اسلام کو پیش کیا۔ حضرت مولانا محمد شفیق رضا ثقافی (رکن فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال) نے سپاس نامہ کو پڑھ کر حاضرین کو سنایا۔ اختتامی خطاب کے لیے ہندوستان کے شہر بنارس سے تشریف لائے ہوئے معزز مہمان باصلاحیت عالم دین حضرت علامہ رئیس الدین ازہری دام ظلہ العالی کو دعوت دی گئی۔ آپ کا پُر مغز مختصر بیان سن کر سامعین نے داد و تحسین پیش کی۔ آپ نے اپنے خطاب میں اس جانب توجہ دلائی کہ دور حاضر میں پڑھا لکھا طبقہ علما سے بہت دور ہیں اور اپنی دینی رہنمائی کے لیے الکٹرانک پلیٹ فارم چیٹ جی پی ٹی، گوگل یا شوسل میڈیا کا سہارا لیتا ہے اور وہیں سے اپنے مسائل کا حل تلاش کرتا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ ان تمام پلیٹ فارم اور میدان کو ہم نے غیروں کے لیے چھوڑ دیا ہے نتیجتاً ہمارے فکر کے لوگ بھی ان کے بیانات و تحریرات سے استفادہ کرتے کرتے انھیں کے ہم فکر و ہم خیال ہو جاتے ہیں۔ لہذا ضرورت ہے کہ ہم سب مل کر قابل اور ذی استعداد علما و مفتیان کرام کو ان کاموں پر مامور کریں تاکہ یہ میدان بھی ہمارا رہے اور وہ لوگ جو الکٹرانک پلیٹ فارم سے ہی دین و مذہب سمجھنا چاہتے ہیں وہ بھی علما اہل سنت کے بیانات و تحریرات سے مستفید و مستفیض ہوں۔ اخیر میں فاتحہ خوانی اور حضرت مبلغ اسلام کی پُرسوز دعا کے بعد مجلس کا اختتام ہوا۔ مجلس کے انتظامی امور میں ناچیز کے ساتھ حضرت مولانا محمد عابد حسین قادری، حضرت مولانا محمد مختار احمد فخری، حضرت مولانا محمد انور بابا قادری اور جناب محمد صابر صاحب پیش پیش رہے۔

اس تقریب میں مذکورہ بالا کے علاوہ تقریبا دو درجن سے زائد علما و دانشوران نے شرکت فرمائی جن میں کچھ اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:
حضرت مولانا احمد حسین شمسی، حضرت مولانا محمد سہیل احمد علیمی، حضرت مولانا محمد مناظر حسین ضیائی فخری، حضرت مولانا اکبر علی ثقافی، حضرت مولانا مجیب علیمی، مولانا محمد اسلم علیمی، مولانا شمشیر رضا علیمی، محمد اول علیمی، حضرت مولانا حافظ عفر اللہ علیمی، جناب محمد حامد وغیرہم۔

از قلم: (نواسہ حضور فخر نیپال) محمد اختر رضا امجدی
(خازن فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال)

### علیمی برادران کا پیغام فخر ملت فاؤنڈیشن کے نام

نیپال اردو ٹائمز اور علیمی برادران قطر کی جانب سے فخر ملت فاؤنڈیشن کے جملہ اراکین و ممبران کی بارگاہ میں ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے جنھوں نے اسلاف کی یادگار ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ ادیب شہیر مبلغ عالم اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر انوار احمد خاں بغدادی حفظہ اللہ کا پرتپاک استقبال کیا ہم دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ رب قدیر اس تنظیم کو اپنے امان میں رکھے۔ آمین یارب العالمین

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

# سہیل کاکوروی اور ان کی غزل کی تشریح آئینہ ء تصوف میں

تابش ردولوی

— سہیل کاکوروی کا تعلق اودھ کی عظیم الشان خانقاہ کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنو سے ہے وہ بانی خانقاہ شاہ محمد کاظم قلندر کی دختری اولاد ہیں اور ان کو اپنے وقت کے شیخ کامل شاہ مصطفے حیدر قلندر رح سے نہ صرف بیعت ہے بلکہ ان سے ایک نسبت خاص رہی ہے اور ان کے کلام میں بیساختگی کے ساتھ نیرنگی جہان حسن حقیقی کے حیرت میں ڈال دینے والے پہلو ظاہر ہوتے جو انکے ساتھ مخصوص ہیں اور جن سے ہم پہلے آشنا نہیں ہوے اردو کے تمام بڑے غزل گو شعرا کے کلام میں تصوف کی چاشنی کوئی نئی بات نہیں ہے اور بقول غالب:-

ہر چند ہو مشاہدہ ء حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

سہیل کاکوروی کی شاعری شاہد و معنی صورت کے جلوں سے نکھری ہے جس کے نہ ملنے پر ادھر جگر فدا ہیں اور ادھر جسکی یافت پر سہیل نازاں ہیں جس کا عرفان انکو بفیض مرشدی ہوا وہ خیر سگالی کے حامی ہیں اور حافظ کی زبان میں کہتے نظر آتے ہیں:-

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصال شماست
جز ایں خیال نہ دارم خدا گواہ من است

میرے پیش نظر انکی ایک انوکھی غزل ہے اور اسی کی تشریح میرا موضوع ہے غزل یہ ہے، جسمیں ہر ردیف ایک نئے جزبے کی عکاس ہے

یہ کیا ہوا کہ بیت گئی شام، ہائے رام
سورج چمک رہا ہے سرِ بام، ہائے رام
دل نے تڑپ کے آج تو بے تاب کر دیا
بنسی مدھر بجائی ہے کیا شیام، ہائے رام
مستی میں میرا ہاتھ سرِ بزم تھام کر
ساجن نے مجھ کو کر دیا بدنام، ہائے رام
سرشار ہو گیا ہے، وہ آیا ہے رنگ پر
چھلکا کے توڑ دے گا وہ اب جام، ہائے رام
عالم کو قتل اُس نے شرارت میں کر دیا
مجھ پر لگا دیا ہے وہ الزام، ہائے رام
مانا کہ اُس کی شوخیِ فطرت کا عکس ہے
بے باک کس قدر ہے یہ پیغام، ہائے رام
کلیاں چٹک کے کہتی ہیں ہم سے یہی، "سہیل"
آتا ہے تیرا یارِ خوش اندام، ہائے رام

تصوف کی روشنی میں تشریح

اس غزل میں "ہائے رام" محض حسرت یا تعجب کا اظہار نہیں، بلکہ ایک روحانی پکار ہے۔ یہاں "رام" کو کسی مخصوص مذہبی تناظر تک محدود کرنے کے بجائے محبوبِ حقیقی، یعنی خدا کے استعارے کے طور پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ یہی صوفیانہ روایت کی وسعت ہے کہ محبوب کے لیے رام، شِیام، اللہ، مولا یا یار جیسے الفاظ سب ایک ہی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

شعر اول

یہ کیا ہوا کہ بیت گئی شام، ہائے رام
سورج چمک رہا ہے سرِ بام، ہائے رام

شام کا گزر جانا دنیاوی زندگی کے اختتام یا غفلت کے خاتمے کی علامت ہے، جبکہ سورج کا سرِ بام چمکنا دل میں معرفت کے طلوع ہونے کی نشانی ہے۔ سالک حیران ہے کہ بظاہر شام ہے مگر باطن میں روشنی پھیل رہی ہے۔ پہلے مصرع میں تاسف اور دوسرے مصرع میں تعجب کا احساس ہوتا ہے

شعر دوم

دل نے تڑپ کے آج تو بے تاب کر دیا
بنسی مدھر بجائی ہے کیا شیام، ہائے رام

شیام کی بانسری وہ ازلی ندا ہے جو روح کو اپنے اصل وطن کی یاد دلاتی ہے۔ صوفیہ کے نزدیک یہ "ندائے حق" ہے جسے سن کر دل بے قرار ہو جاتا ہے اور عاشق اپنے محبوب کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے یہاں ہائے رام وجدانی کیفیت کا اشارہ ہے

شعر سوم

مستی میں میرا ہاتھ سرِ بزم تھام کر
ساجن نے مجھ کو کر دیا بدنام، ہائے رام

یہاں بدنامی دراصل عشقِ الٰہی کی وہ کیفیت ہے جس میں سالک دنیا والوں کی نگاہ میں دیوانہ معلوم ہوتا ہے۔ محبوبِ حقیقی جب اپنے قرب کا جام پلاتا ہے تو عاشق دنیا کی رسموں سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس نظام شعر میں ملامت سے حاصل سرخوشی موجیں لے رہی ہے

شعر چہارم

سرشار ہو گیا ہے، وہ آیا ہے رنگ پر
چھلکا کے توڑ دے گا وہ اب جام، ہائے رام

جام سے مراد انا اور خودی کا ظرف بھی ہے۔ محبوب کی تجلی شدید اتنی ہے کہ عشق کا جام چھلک پڑتا ہے اور نفس کا برتن ٹوٹ جاتا ہے۔ یہی فنا کی منزل ہے جہاں صرف محبوب باقی رہتا ہے

اس کی سرشاری اور رنگ پرانا
باعثِ فرحت روح ہے اور جام توڑنا البیلی ادا ہے

شعر پنجم

عالم کو قتل اُس نے شرارت میں کر دیا
مجھ پر لگا دیا ہے وہ الزام، ہائے رام

محبوب کی ایک ادا پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے، مگر الزام عاشق کے حصے میں آتا ہے۔ صوفیانہ معنی میں جب حق کی تجلی ظاہر ہوتی ہے تو پرانی دنیا، پرانا نفس اور پرانی شناخت مٹ جاتی ہے، مگر لوگ اس تبدیلی کا ذمہ دار عاشق کو سمجھتے ہیں۔

شعر ششم

مانا کہ اُس کی شوخیِ فطرت کا عکس ہے
بے باک کس قدر ہے یہ پیغام، ہائے رام

حق کی ہر تجلی حسن، شوخی اور تخلیقی قوت کا آئینہ ہے۔ یہ پیغام اس لیے بے باک ہے کہ وہ عاشق کو ہر خوف، ہر پردے اور ہر مصلحت سے آزاد ہو کر سچائی کی طرف بلاتا ہے اور قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ کے بیباک اعلان شوخی کا منتہی ہے اور اس بیباک اور حتمی فیصلے پر فرشتوں کے ردعمل کی طرف بھی ذہن جاتا ہے

شعر ہفتم

کلیاں چٹک کے کہتی ہیں ہم سے یہی، "سہیل"
آتا ہے تیرا یارِ خوش اندام، ہائے رام

کلیوں کا چٹکنا باطنی بہار اور روحانی بیداری کی علامت ہے۔ پوری کائنات عاشق کو خبر دے رہی ہے کہ محبوب کی آمد کا وقت قریب ہے۔ صوفیہ کے نزدیک جب دل پاک ہو جاتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ محبوب کی آمد کی بشارت دینے لگتا ہے۔ یہاں وہ مسرت وہ سرور رواں ہے جسمیں طلوع آفتاب وصل کے امکانات کی شعاعیں قلب عاشق پر نزول کر رہی ہیں

مجموعی تاثر

یہ غزل ظاہری طور پر رومانوی فضا رکھتی ہے، لیکن اس کے استعارے—شام، سورج، شیام، بانسری، جام، بدنامی، کلیاں اور یار—صوفیانہ قرأت میں روح کے سفر، عشقِ حقیقی، فنا، بقا اور معرفت کی منازل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ردیف "ہائے رام" ہر شعر میں الگ کیفیت پیدا کرتی ہے: کہیں حیرت، کہیں شوق، کہیں درد، کہیں وجد، کہیں التجا اور آخر میں وصال کی خوش خبری۔ یہی کیفیتوں کا تنوع اس غزل کی فنی اور روحانی خوب صورتی ہے۔

سہیل کاکوروی نے شاعری میں کمالات کے جوہر دکھائے ہیں، معتبر اہل نقد و نظر نے انکی بعض تخلیقات کو کارنامہ مان لیا ہے انہوں نے اردو شاعری کو انمول جواہر سے سجا دیا ہے اور وہ ریکارڈس میں درج ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم دانشوروں کی تحریری تصدیق حاصل کر چکی ہیں انکی سولہ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں وہ اردو ہندی انگریزی اور فارسی زبانوں کے ماہرین میں سے ہیں اور ان چاروں زبانوں میں انکی قابل قدر تصانیف موجود ہیں بارہ کتابیں تو ریختہ ویبسائٹ پر آن لاین ہیں وہ اتحاد اور یکجہتی کے حامی ہیں اور یہ بات واضح ارفع اور اعلی ہے اور اسی باعث اتر پردیش ہندی سنستھان نے ان کو سوہارد کے بڑے ایوارڈ سے ۲۰۲۱ میں نوازا لمکا بک آف ریکارڈ میں آم نامہ اور ایشیا بک آف ریکارڈ میں انکی طویل ترین محاوراتی غزل درج ہے وہ نثر بھی بہت پر فکر اور رواں لکھتے ہیں۔ سہیل کاکوروی کی عظمت کا راز آن کی شاعری اور نثر نگاری ہی سے نہیں بلکہ اُن کی شخصیت سے بھی ہویدا ہے۔ آخر میں بس اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ:-

"بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

تابش ردولوی مضمون نگار--- تابش ردولوی
سہیل کاکوروی

# مصنف سراج العربية اور کتاب "سراج العربية"

راقم: طالب حسین صابری ازہری

۷/ جون ۲۰۲۶ء بروز اتوار، شام کے وقت مدرسہ رضویہ شمس العلوم، باڑا جانے کا اتفاق ہوا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ مدرسہ کے مایۂ ناز استاذ شعبہ حفظ، قاری جمشید صاحب قبلہ سے ملاقات کر کے واپس لوٹ آؤں؛ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہاں ایک ایسی باکمال، منکسر المزاج اور بااخلاق شخصیت سے ملاقات نصیب ہوئی جس کی سادگی، شفقت اور علمی وجاہت نے دل کو مسحور کر لیا۔ یعنی استاذِ محترم شیخ العلم والقلم حضرت علامہ غلام طہ حمیدی برکاتی مصباحی صاحب (مد ظلہ العالی) سے تقریباً ایک دہائی کے بعد بالمشافہ ملاقات اور دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ سادہ لباس، بشاشت سے دمکتا چہرہ، لبوں پر دل آویز مسکراہٹ اور حکمت و نصیحت سے بھرپور گفتگو—سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا میں نے اپنے زمانۂ طالب علمی، تقریباً سترہ اٹھارہ سال قبل دیکھا تھا۔

حضرت علامہ موصوف مد ظلہ العالی ایک طویل عرصے تک مدارس میں بحسن وخوبی تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد سرکاری ملازمت سے وابستہ ہو گئے، لیکن یہ ان کی دینی غیرت، علمی حمیت اور قومی دردمندی کا روشن ثبوت ہے کہ ملازمت کی مصروفیات اور دنیاوی مشاغل کے باوجود قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت سے ان کی دل چسپی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ انہوں نے اپنی علمی صلاحیتوں کو نئی نسل کی خدمت کے لیے وقف رکھتے ہوئے متعدد مفید کتابیں تصنیف کیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب "سراج العربية" (حصہ اول و دوم) اسی خلوص، محنت اور تعلیمی بصیرت کا ایک ایسا روشن نمونہ ہے جس کی گواہی درجنوں اہل علم و نظر اپنی تحریروں اور بیانات کے ذریعے دے چکے ہیں۔ کتاب میں موجود اہل زبان و قلم کی تقریظات اس کی بین دلیل ہیں۔

حضرت موصوف نے اپنی یہ گراں قدر تصنیف مجھ بے مایہ کو عنایت فرماتے ہوئے اس کے مطالعہ سے مشرف ہونے اور تاثرات قلم بند کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ بعد ازاں دوبارہ یاد دہانی پر میں نے دونوں حصوں کا بغور مطالعہ کیا۔ مطالعے کے بعد ناچیز اس نتیجہ پر پہنچا کہ یقینا "سراج العربية" عربی زبان سیکھنے والوں کے لیے نہایت مفید، آسان فہم اور عملی نوعیت کی ایک کامیاب کاوش ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

حصہ اول

کتاب کا پہلا حصہ بنیادی طور پر عربی مفردات پر مشتمل ہے۔ روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والی اشیاء، مقامات اور ضروری الفاظ کو نہایت سادہ اور دل نشین انداز میں جمع کیا گیا ہے۔ حضرت مصنف نے بڑی عرق ریزی سے ابتدائی طالب علموں کے لیے درکار مفردات کو یکجا کر دیا ہے۔ کتاب میں جگہ جگہ اردو اور عربی زبان میں حکمت آموز اقوال بھی درج ہیں، جو زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ فکری اور اخلاقی تربیت کا بھی ذریعہ بنتے ہیں۔

حصہ اول کے اختتام پر مختصر عربی مکالمہ، مشہور عربی نظم «طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا» کے چند اشعار اور گاڑیوں سے متعلق عربی سوالات و جوابات شامل کیے گئے ہیں، جو طالب علم کی عملی مشق اور زبان دانی میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

حصہ دوم

دوسرا حصہ ۱۲۳ اسباق پر مشتمل ہے۔

کتاب کے آخر میں «حَدِيقَة»، «الوَلَدُ الْمُجْتَهِد»، «الْهِند» اور «اللُّغَةُ الْعَرَبِيَّة» کے عنوانات پر مختصر مضامین شامل ہیں۔ مزید سہولت کے لیے آخر میں حل لغات (عربی سے اردو اور اردو سے عربی) درج ہیں تاکہ طلبہ کیلیے عربی پڑھنا لکھنا آسان ہو جائے۔

کتاب کی نمایاں خصوصیات

۱/ ٹائٹل پیج پر عربی زبان کی اہمیت پر حدیث پاک کی پیش کش قارئین کو عربی زبان سیکھنے سکھانے پر ابھارتی ہے۔
۲/ "سراج العربية" کی سب سے بڑی خوبی سہل اسلوب، تدریج اور عملی افادیت ہے۔
۳/ حضرت مصنف نے ہر سبق کے بعد طلبہ کی ذہنی سطح کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مختلف الانواع مشقیں فراہم کی ہیں، جن کی بدولت کمزور اور متوسط درجے کے طلبہ بھی آسانی کے ساتھ اسباق کو سمجھ کر یاد کر سکتے ہیں۔
۴/ کتاب کا اسلوب نہایت رواں، ترتیب منطقی اور مواد تدریجی ہے۔
۵/ تصاویر کے ساتھ الفاظ کی پیش کش ابتدائی درجے کے طلبہ کے لیے اسے مزید مؤثر بناتی ہے اور اپنی طرف مائل کرتی ہے۔
۶/ اس کتاب میں محض حفظ و یادداشت پر ہی زور نہیں دیا گیا بلکہ فہم، مشاہدہ اور عملی استعمال کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طالب علم بغیر کسی ذہنی بوجھ کے قدم بہ قدم عربی الفاظ، تراکیب اور بنیادی جملوں سے واقف ہوتا چلا جاتا ہے۔
۷/ رنگین اور جاذبِ نظر ترتیب، مناسب مثالیں اور آسان مشقیں طلبہ کے اندر عربی زبان سے شغف پیدا کرتی ہیں اور زبانِ قرآن سیکھنے کا ذوق بیدار کرتی ہیں۔
۸/ حضرت مصنف نے نہ صرف تدریسی تقاضوں کو ملحوظ رکھا ہے بلکہ بچوں کی نفسیات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے، جس کے باعث تعلیم ایک بوجھ کے بجائے ایک خوشگوار اور دلچسپ سفر محسوس ہوتی ہے۔
۹/ کتاب میں ان ہی دروس کو شامل کیا گیا ہے جن کی ضرورت عموماً ہر طالبِ علم کو پیش آتی ہے۔
۱۰/ مختصر مضامین اور معلوماتی اسباق طلبہ کے علمی ذخیرے میں اضافہ کرتے ہیں اور عربی تکلم و کتابت کی عادت کو پروان چڑھاتے ہیں۔

عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے والی یہ کتاب میری رائے میں مدارس کے نصاب میں شامل کیے جانے کی مکمل مستحق ہے، کیونکہ عربی زبان کی ابتدائی تعلیم کے لیے یہ ایک نہایت موزوں اور مؤثر معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ البتہ دوسرے حصے میں کمپوزنگ کی چند معمولی کمیاں نظر آئیں، جن کی نشاندہی کر کے الگ سے صاحب کتاب کو ارسال کر دی جائے گی، ان شاء اللہ۔ امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں ان کی اصلاح فرما دی جائے گی۔

ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس کتاب سے استفادہ صرف درجاتِ مولویت کے طلبہ تک محدود نہیں، بلکہ ناظرہ اور ابتدائی درجات کے طلبہ بھی اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہی اس کی وسعتِ افادیت اور کامیابی کی روشن دلیل ہے۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ "سراج العربية" اپنے نام کی طرح عربی زبان کی تعلیم کے افق پر ایک روشن چراغ ہے، جو نوخیز اذہان کو زبانِ قرآن کی روشنی سے منور کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ عربی زبان کی ابتدائی تعلیم کے میدان میں ایسی کتابیں کم ہی دیکھنے کو ملتی ہیں جو سہل اسلوب، افادیت، ترتیب اور دلکشی کو اس خوب صورتی کے ساتھ یکجا کر سکیں۔

مزید براں حضرت مصنف کی دیگر مطبوعات بالخصوص:
مشکوۃ الخمسہ جو کہ پانچ زبانوں میں ہے۔
اردو تاج محل، حصہ اول تا پنجم (کلاس ایک سے پانچ تک پرائمری بچوں کیلیے) یہ کتاب اردو ہندی سیکھنے کیلیے بہترین انمول تحفہ ہے۔
اسلامی اولیات اور کارنامے۔ یہ کتاب اسلامی عام معلومات یعنی:
ISLAMIC G.K پر نئی طرز کی ایک ایسی بے مثال کتاب ہے جو مدارس اسلامیہ، اسکول، کالجز، یونیورسٹیز اور علمی شائقین کو ہمہ وقت دعوت مطالعہ دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنفِ کتاب استاذ گرامی حضرت علامہ غلام طہ حمیدی برکاتی مصباحی باڑاوی صاحب کے علم، عمل اور اخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے، ان کی علمی خدمات کو شرفِ قبولیت بخشے اور اس کتاب کو طالبان علوم نبویہ کے لیے نافع اور مؤثر بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

راقم: طالب حسین صابری ازہری
جگدر، سیتامڑھی، بہار، انڈیا۔
مبائل نمبر: ۸۰۹۲۴۵۵۶۹۹-۹۱+

# نعت پاک

ذکی طارق بارہ بنکوی
سعادتگنج، بارہ بنکی، یوپی، انڈیا

پڑھ کر درود، بولوں مجھے کیا دکھائی دے
بیمارِ معصیت کا مداوا دکھائی دے

صد آفریں صحابہ کا حسنِ نگاہِ شوق
زخموں میں ان کو دین پنپتا دکھائی دے

دیگر سبھی ملوک جہاں کے لگے گدا
دربارِ مصطفٰے ہی بس اعلٰی دکھائی دے

لاکھوں چراغ جل کے بھی پاتے نہیں وہ نور
ذاتِ محمدی میں جو یکتا دکھائی دے

ٹوٹی ہوئی چٹائی پہ جو جلوہ گر رہا
عرشِ بریں کی بزم سے اعلٰی دکھائی دے

خورشیدِ حشر تاب کو کرتا ہوا خجل
میرے نبی کا روئے تجلٰی دکھائی دے

تشنہ لبی کا چاہیے مداوا تو جا اُدھر
جس سمت سبز گنبدی دریا دکھائی دے

یہ دہر رونقوں سے جو آباد ہے بہت
شہرِ نبی کے سامنے صحرا دکھائی دے

ذکی طارق بارہ بنکوی

ترسیل زر کا پتہ
مفتی کلام الدین نعمانی مصباحی
نائب ایڈیٹر نیپال اردو ٹائمز
+۹۷۷-۹۸۶۹۷۹۱۶۷-۹۸۱

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز



# حکومت اپنے شہریوں کو مشکوک کیوں بنارہی ہے؟

سرفراز احمد قاسمی حیدرآباد
رابطہ:8099695186

کرناٹک ہائی کورٹ نے گزشتہ دنوں بنگلورو میں زیرِ حراست عبدالرحیم کو عبوری راحت دیتے ہوئے ان کی بنگلہ دیش ملک بدری پر فی الحال روک لگا دی ہے، جسٹس سورج گووندراج نے بنگلورو کے FRRO کو عبدالرحیم کے شناخت کی مکمل جانچ کرنے کی ہدایت دی ہے۔ عبدالرحیم کا دعویٰ ہے کہ وہ ۱۴ اپریل ۱۹۷۹ کو دہلی کے نیو سیماپوری میں پیدا ہوئے اور پیدائشی طور پر بھارتی شہری ہیں۔ ان کے وکیل کے مطابق ان کے پاس پیدائش کا سرٹیفکیٹ، پاسپورٹ، ووٹر آئی ڈی، آدھار سمیت متعدد دستاویزات موجود ہیں۔ وہ ۲۰۱۴ سے بنگلورو میں کاروبار کررہے ہیں، عبد الرحیم کو ۵ مارچ کو مبینہ غیر دستاویزی بنگلہ دیشی شہریوں کے خلاف کارروائی کے دوران حراست میں لے کر ڈٹینشن سینٹر بھیج دیا گیا تھا۔ اس کیس کی اگلی سماعت ۱۴ جولائی کو ہوگی اور تب تک انکی ملک بدری پر پابندی برقرار رہے گی۔ ایسے ہی معاملے میں گوہاٹی ہائی کورٹ نے پچھلے ہفتے اپنے ایک اہم فیصلے میں فارنرز ٹریبونل کے اس حکم کو برقرار رکھا ہے جس میں آسام کے ایک رہائشی کو غیر ملکی قرار دیا گیا تھا، عدالت نے واضح کیا کہ صرف متعدد دستاویزات پیش کردینا کافی نہیں، بلکہ شہریت ثابت کرنے کے لیے قابل قبول، مستند اور باہم مربوط قانونی شواہد ضروری ہوتے ہیں، عدالت کے روبرو پیش ہونے والے شخص نے اپنی ہندوستانی شہریت ثابت کرنے کے لیے ۱۶ مختلف دستاویزات پیش کیے تھے، جن میں ۱۹۵۱ کے نیشنل رجسٹر آف سٹیزنز کی نقل، مختلف برسوں کی ووٹر لسٹیں، زمین کی رجسٹری، اسکول سرٹیفکیٹ، پین کارڈ اور ووٹر آئی ڈی وغیرہ شامل تھے۔ تاہم عدالت نے ان تمام دستاویزات کو شہریت ثابت کرنے کے لیے ناکافی قرار دیا، جسٹس کلیان رائے سورانہ اور جسٹس شمیمہ جہان پر مشتمل ڈویژن بینچ نے اپنے فیصلے میں کہا کہ ۱۹۵۱ کے این آر سی کی نقل کمپیوٹر سے حاصل کی گئی تھی لیکن اس کے ساتھ انڈین ایویڈنس ایکٹ کے مطابق ضروری تصدیق کی سرٹیفکیٹ موجود نہیں تھا، اس لیے اسے قانونی شہادت کے طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح ۲۰۱۷ میں جاری ہونے والے اسکول سرٹیفکیٹ کو بھی عدالت نے مسترد کردیا کیونکہ اسے جاری کرنے والے ہیڈ ماسٹر کو بطور گواہ عدالت میں پیش نہیں کیا گیا، عدالت نے اپنے فیصلے میں یہ بھی واضح کیا کہ پین کارڈ اور ووٹر آئی ڈی کسی شخص کی شہریت کا حتمی یا ناقابل تردید ثبوت نہیں ہوتے، بلکہ یہ صرف شناختی یا ٹیکس سے متعلق دستاویزات ہیں، عدالتی ریکارڈ کے مطابق درخواست گزار کی پیدائش یکم مئی ۱۹۸۸ کو آسام کے گھوگودوبا گاؤں میں ہوئی تھی جبکہ بعد میں اس کا خاندان باشدوہا منتقل ہوگیا، اس نے دعوی کیا کہ اس کے خاندان کے نام کئی دہائیوں سے مسلسل ووٹر لسٹوں میں درج ہیں، تاہم عدالت نے مختلف برسوں کی ووٹر لسٹوں کا جائزہ لینے کے بعد متعدد تضادات کی نشاندہی کی، ایک ووٹر لسٹ میں خاندان کے ایک فرد کی عمر ۱۹۷۹ میں ۲۵ برس درج تھی لیکن ۱۰ سال بعد ۱۹۸۹ کی فہرست میں اس کی عمر صرف ۲۹ برس لکھی گئی، جو ایک اہم تضاد تھا، عدالت نے یہ بھی کہا کہ مختلف اوقات میں خاندان کے نام تین مختلف دیہات دھوبا کورا، گھوگھودوہا اور باش دوہا سے وابستہ دکھائی دیتے ہیں لیکن پیش کیے گئے ریکارڈ میں ان مقامات کے درمیان خاندانی تعلق اور نسب کو قابل قبول انداز میں ثابت نہیں کیا جا سکا، درخواست گزار کے والد نے عدالت میں گواہی بھی دی لیکن عدالت نے کہا کہ شہریت جیسے حساس معاملے میں صرف زبانی بیان کافی نہیں ہوتا بلکہ مضبوط دستاویزی شواہد ضروری ہوتے ہیں، مزید برآں والد کے بیان اور سرکاری ریکارڈ میں بھی کئی تضادات موجود تھے، ہائی کورٹ نے کہا کہ فارنرز ٹریبونل کے فیصلے میں کسی قسم کی قانونی خامی موجود نہیں ہے، اس لیے درخواست خارج کی جاتی ہے، عدالت نے ایک مرتبہ پھر واضح کیا کہ فارنرز ایکٹ ۱۹۴۶ کی دفعہ ۹ کے تحت اپنی ہندوستانی شہریت ثابت کرنے کی ذمہ داری متعلقہ شخص پر ہی عائد ہوتی ہے اور اگر وہ ناکام رہتا ہے تو محض متعدد دستاویزات کی موجودگی اس کی شہریت ثابت نہیں کرسکتی، یہ فیصلہ آسام میں شہریت سے متعلق مقدمات کے تناظر میں ایک اہم نظیر کے طور پر دیکھا جارہا ہے جہاں دستاویزات کی قانونی حیثیت اور ان کی باہمی مطابقت کو ان دنوں انتہائی اہمیت دی جاتی ہے۔

ذرا غور کیجئے شہریت کے لیے پاسپورٹ ثبوت نہیں، پین کارڈ ثبوت نہیں، آدھار کارڈ ثبوت نہیں، راشن کارڈ ثبوت نہیں، ڈرائیونگ لائسنس ثبوت نہیں، ووٹر کارڈ ثبوت نہیں، آئی ڈی کارڈ ثبوت نہیں، اسکول کی سند قبول نہیں، پیدائشی سند ثبوت نہیں، حتی کہ کسی کا وجود اور انکی گواہی بھی ثبوت نہیں تو پھر کیا چاہیے؟ آخر کیا چیز آپ کی شہریت ثابت کرسکتی ہے؟ آسام کے امین الحق نے تمام ممکنات جس سے اس کی شہریت ثابت ہوسکتی ہے وہ داخل کی، زمین کے کاغذات، ایس آئی آر، ۱۹۵۱ کے فہرست کی نقل، جس میں دادا، دادی اور والد کے نام درج ہیں، اس کے علاوہ ۱۹۶۶ سے ۲۰۱۷ کی ووٹر لسٹ بھی پیش کی جس میں والدین کے ساتھ اس کا نام بھی درج ہے، ۱۹۷۳ میں خریدی زمین کے دستاویزات، پین نمبر، ووٹر آئی ڈی اور اسکول کا سرٹیفکیٹ بھی عدالت میں پیش کیا حتی کہ والد نے عدالت میں آکر خود گواہی دی کہ یہ میرا بیٹا ہے لیکن اس زبانی گواہی کو بھی قبول نہیں کیا گیا، اکتوبر ۲۰۱۷ کو اسکول سرٹیفکیٹ کے اس طالب علم نے ۱۹۹۹ میں اسکول چھوڑ دیا تھا، یہ بھی جاری کیا گیا، لیکن ٹی سی سرٹیفکیٹ کے جاری کرنے والے شخص نے عدالت میں حاضر ہوکر اس کی تصدیق نہیں کی اس لیے کہا گیا کہ اس دستاویز کو قابل اعتماد نہیں مانا جاسکتا، لوگ سوال پوچھنے لگے ہیں کہ پھر اس ملک میں آخر ایسی کونسی چیز ہے جسے قابل قبول مانا جائے؟ ہندوستان میں اپنے ہی عوام کے ساتھ یہ سب کیا ہورہا ہے اور کیوں ہورہا ہے؟ حکومت اپنے شہریوں سے کونسی دشمنی نکال رہی ہے؟ ملک میں شہریت کا سوال اب محض قانونی اصطلاح یا سرکاری رجسٹر کا معاملہ نہیں رہا بلکہ کروڑوں لوگوں کے وجود، شناخت، عزت اور سیاسی حق سے جڑا سنگین مسئلہ بنتا جارہا ہے، چند برس پہلے تک عام لوگوں کے ذہن میں یہ شائبہ بھی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ اپنے ہی وطن میں ہمیں اپنی وطنیت ثابت کرنے کے لیے کاغذات کا ایسا سلسلہ پیش کرنا پڑے گا، جس کی ہر کڑی پرکھی جائے وہ پاسپورٹ، ووٹر شناختی کارڈ، آدھار، پیان کارڈ، راشن کارڈ، پیدائش یا تعلیمی صداقت نامہ، زمین کے کاغذات اور پرانی فہرست رائے دہندگان کو کافی سمجھتا تھا، اب ان میں سے بیشتر دستاویزات کو شناخت، رہائش یا عمر کے ثبوت کے طور پر تو قبول کیا جاسکتا ہے مگر شہریت کا قطعی ثبوت قرار نہیں دیا جاتا، متعدد سرکاری دستاویزات رکھنے کے باوجود سوال باقی رہتا ہے کہ آخر کون سا کاغذ کس شخص کو بلاشبہ بھارتی شہری ثابت کرے گا، یہی بے اطمینانی اور غیر یقینی اپنے ہی وطن میں اجنبی ہونے، شکوک وشبہات اور خوف کو جنم دے رہی ہے، دستور نے شہریت کو سیاسی برادری کی بنیاد بنایا اس کا مطلب یہ ہے کہ شہریت صرف نام پتہ یا شناختی نمبر نہیں بلکہ فرد اور مملکت کے درمیان وہ قانونی رشتہ ہے جس سے ووٹ دینے، حکومت سازی میں حصہ لینے اور مملکتی تحفظ حاصل کرنے کی حیثیت پیدا ہوتی ہے، سپریم کورٹ نے مئی ۲۰۲۶ کے خصوصی نظر ثانی سے متعلق فیصلے میں کہا کہ شہریت فرد کو جمہوری عمل میں شرکت کے قابل بناتی ہے۔ عدالت نے یہ بھی تسلیم کیا کہ شہریت کی توثیق یا نفی کا تعلق شناخت، وابستگی وقار اور شخصی آزادی سے ہے، اس لیے ایسے ہر عمل میں منصفانہ کاروائی اور ادارہ جاتی احتیاط ضروری ہے، عدالت نے واضح کیا کہ کمیشن کسی شخص کی شہریت کا قطعی فیصلہ نہیں کرسکتا اور شبہ کی صورت میں معاملہ مجاز مرکزی اتھارٹی کو بھیجا جانا چاہیے، اسکے باوجود ووٹر فہرست سے اخراج کا اندیشہ معمولی نہیں، کیونکہ حق رائے دہی سے محرومی کسی فرد کو عملی طور پر سیاسی برادری سے باہر ڈھکیل سکتی ہے، آدھار کو عدالت نے شناختی دستاویز مانا مگر شہریت کا ثبوت نہیں، ووٹر شناختی کارڈ کو اسی ووٹر فہرست سے پیدا ہونے والی دستاویز قرار دے کر اس فہرست کی صحت ثابت کرنے کے لیے ناکافی کہا گیا، مرکزی حکومت نے پاسپورٹ کے بارے میں کہا کہ اسے شہریت کا قطعی ثبوت نہیں سمجھا جاتا، یوں شہری ایسے دستاویزی بھنور میں پھنس جاتا ہے جہاں حکومت کی جاری کردہ ہر اہم دستاویز معتبر ہے مگر شہریت کے فیصلہ کن ثبوت کی حیثیت سے غیر یقینی کا شکار ہے۔ قانونی طور پر عدالت شہادت کا معیار دیکھتی ہے لیکن سماجی طور پر یہ فیصلہ ہولناک سوال چھوڑ جاتا ہے، جب ووٹر کارڈ، پیان کارڈ، اسکولی سرٹیفکیٹ، اراضی کے کاغذات، این آرسی اندراجات اور پرانی فہرستیں بھی کسی غریب شہری کو تحفظ نہ دے سکیں تو عام آدمی اپنی شہریت کس طرح محفوظ سمجھے گا؟ غربت، ناخواندگی، سیلاب، نقلمکانی، فسادات، خواتین کے نام اور جائے پیدائش میں تبدیلی، ناقص سرکاری ریکارڈ اور مختلف زبانوں میں املا کا فرق دستاویزی تسلسل توڑ سکتے ہیں، دیہی مزدور، خانہ بدوش، بے زمین خاندان، یتیم بچے اور شادی کے بعد دوسری ریاست منتقل ہونے والی خواتین زیادہ خطرے میں رہتے ہیں، ان سے کئی دہائیوں پرانے خاندان خاندانی کاغذات طلب کرنا بظاہر یکساں اصول ہوسکتا ہے مگر اس کے اثرات یکساں نہیں ہوتے، شہریت ترمیمی قانون ۲۰۱۹ نے تشویش مزید گہری کی کیونکہ اس نے تین پڑوسی ملکوں سے آنے والی بعض غیر مسلم، مذہبی برادریوں کے لیے خصوصی راستہ کھولا، جب کے مسلمانوں کو باہر رکھا گیا، اسے شہریت کی سخت جانچ این آرسی کے تجربے اور ایس ائی کے پس منظر میں دیکھا جائے تو اقلیتوں میں امتیازی اخراج کا خوف فطری محسوس ہوتا ہے، مسئلے کا حل غیر قانونی ہجرت کو نظر انداز کرنا نہیں بلکہ شہری اور غیر شہری کی شناخت کے لیے شفاف، یکساں، قابل رسائی اور انسانی طریقہ وضع کرنا ہے، مملکت کو اپنے جاری کردہ ریکارڈ کی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے، معمولی املا، عمر یا پتے کے فرق کو جعل سازی نہ سمجھا جائے، محکموں کے درمیان تصدیقی رابطہ قائم ہو، غریب شہری کو مفت، قانونی امداد، نوٹس، سماعت اور اپیل کا حق اور حقیقی موقع دیا جائے، شہریت کے ثبوت کی واضح اور ملک گیر فہرست قانون کے ذریعے مقرر ہو، ہر دفتر اور عدالت میں الگ الگ معیار نہ اپنایا جائے، عالمی حقوق انسانی اعلامیہ کا آرٹیکل ۱۵ ہر شخص کے لیے قومیت کے حق اور اس سے من مانی طور پر محروم نہ کیے جانے کی ضمانت دیتا ہے، بھارتی جمہوریت کی آزمائش یہی ہے کہ وہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے شہریوں کو خوف، تحقیر اور کسی دائمی شبہ سے محفوظ رکھے، کوئی حقیقی شہری محض کمزور کاغذی سلسلے، سرکاری ریکارڈ کی غلطی یا غربت کے سبب اپنے ہی وطن میں اجنبی ہونے کا خوف محسوس نہ کرے، اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ ذمہ داری حکومت کی ہے اور یہ سمجھا جانا چاہیے کہ ملک محفوظ ہاتھوں میں نہیں ہے۔

سوشل میڈیا سے لے کر سماجی، سیاسی اور دیگر پلیٹ فارمز پر شدت سے ایک ہی سوال ان دنوں پوچھا جارہا ہے کہ ہندوستانی پاسپورٹ کا حامل شخص ہندوستانی شہری کیوں نہیں ہے؟ یہ نیا تنازع اس وقت پیدا ہوا جب وزارت خارجہ نے پاسپورٹ سوا دیوس کے موقع پر منعقدہ تقریب میں میڈیا کے ایک سوال کے جواب میں وضاحت کی کہ ہندوستانی پاسپورٹ اگرچہ بیرون ملک سفر کے دوران کسی فرد کی قومیت کی تصدیق کرتا ہے تاہم یہ شہریت کی دستاویز نہیں ہے۔ وزارت خارجہ کے ایک سینیئر عہدے دار کے اس بیان کے بعد سوشل میڈیا پر شدید بحث شروع ہوگئی، متعدد سارفین نے سوال اٹھایا کہ اگر پاسپورٹ شہریت کا ثبوت نہیں تو پھر ہندوستانی شہریت ثابت کرنے کے لیے کون سی دستاویز معتبر سمجھی جائے؟ مختلف سیاسی قائدین اور شہری یہ سوال اٹھارہے ہیں کہ اگر پاسپورٹ، آدھار کارڈ اور ووٹر شناختی کارڈ بھی شہریت کا حتمی ثبوت نہیں ہے تو پھر اس مقصد کے لیے کون سی دستاویز قابل قبول ہوگی؟ حکومت کا کہنا ہے کہ گزشتہ ۱۲ برسوں میں نریندر مودی حکومت نے پاسپورٹ کی قانونی حیثیت کے بارے میں کوئی نیا فیصلہ نہیں کیا، حکومت کے مطابق پاسپورٹ بنیادی طور پر ایک سفری دستاویز ہے جبکہ شہریت کا تعین شہریت قانون ۱۹۵۵ اور شہریت ضوابط ۲۰۰۹ کے تحت کیا جاتا ہے۔

دنیا بھر میں پاسپورٹ کو کسی بھی ملک کی جانب سے جاری کیا جانے والا سب سے اہم شناختی اور قومیت کا دستاویز سمجھا جاتا ہے، چاہے سفر کرنا ہو، ویزا حاصل کرنا ہو، بینک اکاؤنٹ کھولنا ہو یا کسی دوسرے ملک میں اپنی قومی شناخت ثابت کرنی ہو پاسپورٹ کو بنیادی دستاویز مانا جاتا ہے، سوال یہ بھی ہے کہ غیر ملکی شہریت حاصل کرنے کے بعد لوگوں کو اپنا ہندوستانی پاسپورٹ واپس کرنا پڑتا ہے کیونکہ ہندوستان، دوہری شہریت کو تسلیم نہیں کرتا، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ پاسپورٹ دراصل ہندوستانی شہریت سے جڑا ہوا ہے، اب حکومت کے موقف کے لحاظ سے اگر پاسپورٹ شہریت کا ثبوت نہیں تو غیر ملکی شہریت حاصل کرنے کے بعد بھی ہندوستانی پاسپورٹ اپنے پاس رکھنا جرم نہیں ہونا چاہیے، اس سلسلے کا ایک مقدمہ اپوزیشن لیڈر راہل گاندھی کے خلاف بھی چلایا جارہا ہے، کیا یہ غور طلب نہیں ہے کہ ہندوستان میں کوئی ایسا عالمی یا واحد دستاویز موجود نہیں ہے جو ہر شہری کے لیے شہریت کا حتمی ثبوت ہو، ہر ملک اپنے شہریوں کو ایک واضح سرٹیفکیٹ فراہم کرتا ہے، قانونی ماہرین کا کہنا ہے کہ پاسپورٹ بھی ایک اہم سرکاری دستاویز ضرور ہے لیکن اگر شہریت کا تنازع عدالت میں پہنچ جائے تو فیصلہ متعلقہ قوانین اور دستیاب شواہد کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، اس بحث کا سب سے سنجیدہ پہلو یہ ہے کہ اس کے اثرات کن لوگوں پر پڑ سکتے ہیں؟ ہندوستان میں بہت سے لوگ دستاویزات کے لحاظ سے کمزور ہیں، غریب طبقات، دیہی علاقوں کے رہنے والے مہاجر مزدور اور وہ خواتین جن کے ریکارڈ مکمل نہیں، اس لیے یہ خطرناک رجحان پیدا ہوسکتا ہے، خاص طور پر مذہبی اقلیتوں کے لیے، کمزور طبقے، پہلے ہی مختلف بنیادوں پر دباؤ کا شکار ہیں اور یہ ان کو ہراساں کرنے کی ایک اور وجہ بن سکتی ہے، اس طرح کے بیانات، ووٹنگ کے حقوق اور بنیادی شہری حقوق کو متاثر کرسکتے ہیں، ایس آئی آر جیسے اقدامات کے ذریعے ایسا ممکن ہے جس سے لوگوں میں مزید الجھن پیدا ہورہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا آزادی کے بعد سے اب تک ایسا کوئی دستاویز جاری ہی نہیں کیا گیا جو شہریت کا ثبوت ہو اور ہندوستانی شہری ہونے کی گواہی دے؟ کیا حکومت اب پھر کوئی ایسا نیا دستاویز جاری کرے گی جو شہریت کا حتمی ثبوت ہو، سوال یہ بھی ہے کہ آخر اپنے ہی وطن کی اتنی بڑی تعداد کو مشکوک کیوں بنایا جارہا ہے؟ جب کہ ملک اس وقت مختلف مسائل کا شکار ہے، چاروں طرف مسائل کا انبار ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ حکومت اپنے جرم پر پردہ ڈالنے، بنیادی اور اہم مسائل سے رخ موڑنے، اسکو چھپانے کے لیے ان جیسے مسائل میں لوگوں کو الجھا رہی ہے اور اپنے ہی شہریوں کو ہی مشکوک و مشتبہ بنارہی ہے، کیا اب ملک محفوظ ہاتھوں میں نہیں ہے؟

*(مضمون نگار معروف صحافی، کالم نویس اور سیاسی تجزیہ نگار ہیں)*

sarfarazahmedqasmi@gmail.com

## ایک لمحہ فکر... کہیں بہت دیر نہ ہوجائے!!!

(غیروں سے ایسے تعلقات جن کا دین وشریعت سے کوئی لینا دینا نہیں)

فیس بک پر نظر کے سامنے سے ایک ایسی پوسٹ گزری، جس میں غیروں سے ایسے تعلقات کی جھلک تھی جن کا دین وشریعت سے کوئی لینا دینا نہیں۔ اسے پڑھنے کے بعد فقیرِ قادری کا قلم بے اختیار متحرک ہوا، اور اس کے نتیجے میں یہ چند سطور صفحۂ قرطاس کی زینت بنیں۔

فتنے کبھی اچانک نہیں آتے، وہ آہستہ آہستہ ہماری سوچ، ہماری عادتوں اور ہمارے گھروں میں جگہ بناتے ہیں۔ جب تک انسان کو احساس ہوتا ہے، تب تک بہت کچھ ہاتھ سے نکل چکا ہوتا ہے۔

آج کا دور ایسا ہے کہ گناہ اب دروازہ کھٹکھٹا کر اجازت نہیں مانگتے، بلکہ موبائل فون، سوشل میڈیا، غیروں سے دوستی، بے پردگی، بے حیائی اور آزادی کے خوشنما نعروں کے ذریعے ہمارے گھروں تک پہنچ جاتے ہیں۔ شیطان نے انسان کو گمراہ کرنے کے ایسے ایسے راستے اختیار کرلیے ہیں کہ اگر ایمان مضبوط نہ ہو تو قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔

ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے...

کیا ہمیں معلوم ہے کہ ہماری بیٹی کن لوگوں سے رابطے میں ہے؟

کیا ہمیں خبر ہے کہ ہمارے گھر کے نوجوان موبائل پر کیا دیکھ رہے ہیں؟

کیا ہم نے اپنی اولاد کو صرف دنیا کمانا سکھایا ہے، یا دین پر چلنا بھی سکھایا ہے؟

اگر ان سوالوں کا جواب ہمارے پاس نہیں، تو ہمیں رک کر اپنے گھر کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

یاد رکھیے!!!

بیٹی اللہ تعالیٰ کی عظیم امانت ہے۔ اس کی عزت، حیا، ایمان اور کردار کی حفاظت صرف اس کی ذمہ داری نہیں، بلکہ والدین، بھائیوں اور پورے خاندان کی بھی ذمہ داری ہے۔

دشمن ہماری بیٹیوں سے صرف لباس نہیں چھیننا چاہتا، بلکہ ان کی حیا، غیرت، اسلامی شناخت اور ایمان کو بھی نشانہ بنا رہا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر ایک عورت کا کردار کمزور ہوجائے تو آنے والی نسلیں بھی کمزور ہوجاتی ہیں۔

اے والدین!!!

اولاد کو صرف اچھے اسکول، مہنگے کپڑے اور آرام دہ زندگی دینا کافی نہیں۔ انہیں قرآن سے جوڑنا، نماز کا پابند بنانا، حلال وحرام کی پہچان دینا، پردے اور حیا کی اہمیت سمجھانا اور اچھے دوستوں کا انتخاب سکھانا بھی آپ کی ذمہ داری ہے۔ اور اے بہنو اور بیٹیو!!!

یاد رکھیں دنیا کی وقتی توجہ اور غیروں سے ناجائز تعلقات چند لمحوں کی خوشی دے کر پوری زندگی کی ندامت بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت عطا فرمائی ہے، اس عزت کی حفاظت کرو، کیونکہ یہی تمہارا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

آج ضرورت دوسروں کے گھروں پر تبصرہ کرنے کی نہیں، بلکہ اپنے گھر کی فکر کرنے کی ہے۔ اپنے بچوں کے ساتھ وقت گزاریں، ان سے محبت کے ساتھ بات کریں، ان کی صحبت، ان کی مصروفیات اور ان کی آن لائن زندگی سے باخبر رہیں، تاکہ کل ہمیں حسرت کے آنسو نہ بہانے پڑیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت وعفت، حیا اور ایمان کی حفاظت فرمائے، انہیں ہر قسم کے ظاہری و باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے، اور ہمیں اپنی اولاد کی صحیح دینی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔ 📝 توسیم رضا امجدی علیمی

## بعثت کے دو پہلو

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دو پہلو (جائزہ) قران حکیم سورہ التوبہ ۔سے ماخوذ۔۔۔ تمام انبیاء ورسل میں یہ فضیلت صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا۔(۱) بعثت خصوصی۔(۲) بعثت عمومی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہر پیغمبر کو ایک خاص علاقے اور خاص قوم کی طرف مبعوث کیا گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم بنو اسماعیل کی طرف بھی رسول بن کر آئے اور قیامت تک کے لئے پوری دنیا کے تمام انسانوں کی طرف بھی۔۔۔۔۔۔۔۔(۱) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت خصوصی۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی بعثت مشرکین عرب یا بنو اسماعیل کی طرف تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بھی اسی قوم سے تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے اندر رہ کر خود ان کی زبان میں اللہ کا پیغام ان تک پہنچا دیا اور ان پر آخری حد تک اتمام حجت بھی کردیا۔ اسی ضمن میں پھر مشرکین عرب پر اللہ کے اس قدیم قانون کا نفاذ بھی عمل میں آیا کہ جب کسی قوم کی طرف کوئی رسول بھیجا جائے اور وہ رسول اپنی دعوت کے سلسلے میں اس قوم پر اتمام حجت کردے پھر اگر وہ قوم اپنے رسول کی دعوت کو رد کردے تو اس پر عذاب استیصال مسلط کردیا جاتا ہے۔۔ اس سلسلے میں مشرکین عرب پر عذاب استیصال کی نوعیت معروضی حالات کے پیش نظر پہلی قوموں کے مقابلے میں مختلف نظر آتی ہے۔ اس عذاب کی پہلی قسط غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کی ہزیمت وشکست کی صورت میں سامنے آئی۔ جبکہ دوسری اور آخری قسط سورہ التوبہ کے آغاز میں ذکر کیا گیا ہے۔ اپنی بعثت خصوصی کے حوالے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ نمائے عرب میں دین کو غالب کردیا اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں اقامت دین کا عملی نقشہ اپنی پوری آب تاب کے ساتھ جلوہ گر ہوگیا۔۔۔۔۔۔۔(۲) بعثت عمومی۔۔۔۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عمومی پوری انسانیت کی طرف قیامت تک کے لئے ہے ۔اس سلسلے میں دعوت کا آغاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ (۶ ھجری) کے بعد فرمایا۔ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مبلغ یا داعی عرب سے باہر نہیں بھیجا بلکہ تب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری توجہ جزیرہ نمائے عرب تک مرکوز رکھی۔ اور اپنے تمام وسائل اسی خطہ میں دین کو غالب کرنے کے لئے صرف کئے۔۔ جوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سلسلے میں ٹھوس کامیابی ملی۔ یعنی قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فریق ثانی کے تسلیم کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کرلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت عمومی کے تحت دعوت کا آغاز کرتے ہوئے عرب سے باہر مختلف سلاطین و امراء کی طرف خطوط بھیجنے شروع کردئے ۔اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن فرمانرواؤں کو خطوط لکھے۔ ان میں قیصر روم ایران کے بادشاہ کسریٰ مصر کے بادشاہ مقوقس اور حبشہ کے فرمانروا نجاشی کے نام شامل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی خطوط کے رد عمل کے طور پر سلطنت روما کے ساتھ مسلمانوں کے ٹکراؤ کا آغاز ہوا جس کا نتیجہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں جنگ موتہ اور غزوہ تبوک کی صورت میں نکلا۔ ان تمام حالات وواقعات کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عمومی سے ہے۔ جس کی دعوت کا آغاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہی ہوگیا تھا اور پھر خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر یہ فریضہ امت کے ہر فرد کی طرف منتقل فرمادیا۔ چنانچہ اب تاقیام قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والا ہر مسلمان دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کے لئے محنت وکوشش کا مکلف ہے

(ماجد مجید کشمیر یونیورسٹی سری نگر)

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز

Weekly The NEPAL URDU TIMES

Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com

متفرقات

09/جولائی 2026 مطابق 23/محرم الحرام 1448ھ 25 گتے اساڑ 2083


# * ایک میرا رب ہی جو ایک سجدہ میں مان جاتا ہے


محمد علی شیر قادری نظامی\
سکونت: روضہ شریف، مہوتری نیپال


انسان کی زندگی ایک مسلسل سفر ہے؛ خواہشات کا سفر، آزمائشوں کا سفر، خطاؤں کا سفر اور پھر ان خطاؤں سے لوٹ کر اپنے اصل مرکز کی طرف آنے کا سفر۔ اس سفر میں انسان بے شمار چہروں سے ملتا ہے، ہزاروں دروازوں پر دستک دیتا ہے، بے شمار تعلقات بناتا اور نبھاتا ہے، مگر آخرکار ایک حقیقت اس کے سامنے آشکار ہوتی ہے کہ دنیا کے تمام سہارے عارضی ہیں اور تمام دروازے محدود، سوائے اُس ایک دروازے کے جو ہمیشہ کھلا رہتا ہے؛ وہ دروازہ ربِ کریم کی بارگاہ کا ہے۔

یہ دنیا عجیب بازار ہے۔ یہاں محبت بھی اکثر مفاد کے ترازو میں تولی جاتی ہے اور معافی بھی شرطوں کے ساتھ دی جاتی ہے۔ انسان اپنی پوری زندگی دوسروں کو راضی کرنے میں گزار دیتا ہے، مگر پھر بھی شکایتیں ختم نہیں ہوتیں۔ کبھی اس کی قربانیاں کم پڑ جاتی ہیں، کبھی اس کی وفاداریاں مشکوک ٹھہرتی ہیں اور کبھی اس کی سچائی بھی الزاموں کی دھند میں گم ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسان اپنی جان تک نچھاور کر دے تب بھی لوگوں کے دلوں میں موجود شکوے ختم نہیں ہوتے۔ لیکن جب یہی تھکا ہوا انسان دنیا کے ہجوم سے نکل کر اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے تو ایک عجیب منظر جنم لیتا ہے۔ وہاں نہ سفارش کی ضرورت ہوتی ہے، نہ لمبی وضاحتوں کی، نہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی۔ بندہ صرف اپنا سر جھکا دیتا ہے اور رحمتِ الٰہی جوش میں آجاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بندے کو محسوس ہوتا ہے کہ واقعی "ایک میرا رب ہی جو ایک سجدہ میں مان جاتا ہے"۔

تصوف کی زبان میں سجدہ محض پیشانی زمین پر رکھنے کا نام نہیں، بلکہ اپنی انا کو مٹانے اور اپنے وجود کو حق تعالیٰ کے سپرد کرنے کا نام ہے۔ جب انسان اپنے نفس کے تخت سے اتر کر عبدیت کے مقام پر آجاتا ہے تو ربِ کریم کی رحمت اس کے شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کے الفاظ سے زیادہ اس کے ٹوٹے ہوئے دل کی آواز پسند ہے۔ ایک آنسو جو ندامت کے ساتھ بہہ جائے، وہ برسوں کی غفلت پر غالب آسکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بندگی کا کمال یہ ہے کہ انسان اپنی بے بسی کو پہچان لے۔ جب بندہ اپنی کمزوری کا اعتراف کرتا ہے تو رب کی قدرت اس کا سہارا بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جہاں لوگ ہماری لغزشوں کو یاد رکھتے ہیں، وہاں ربِ کریم ہماری توبہ کو یاد رکھتا ہے۔ دنیا ہمارے ماضی کی قیدی بناتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ہمیں مستقبل کی امید عطا فرماتا ہے۔ دنیا کا دستور ہے کہ وہ حساب مانگتی ہے، لیکن رب کا دستور رحمت ہے۔ دنیا انسان کی ایک غلطی کو اس کی پوری شخصیت پر غالب کر دیتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ایک سچی توبہ کے بدلے عمر بھر کی خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے۔ یہی وہ فرق ہے جو بندے کو مخلوق سے خالق کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جب دل زخمی ہو، جب اپنے بے گانے ہو جائیں، جب ہر طرف ناقدین کی آوازیں سنائی دیں، تب سجدہ ہی وہ پناہ گاہ بنتا ہے جہاں روح کو سکون نصیب ہوتا ہے۔ اہلِ تصوف نے ہمیشہ سجدے کو قربِ الٰہی کی معراج قرار دیا ہے۔ کیونکہ سجدے میں انسان سب سے زیادہ جھکتا ہے اور اسی جھکنے میں اس کی بلندی پوشیدہ ہوتی ہے۔ جو شخص دنیا کے سامنے جھک جھک کر تھک گیا ہو، وہ اگر رب کے سامنے جھک جائے تو اسے حقیقی عزت نصیب ہو جاتی ہے۔ سجدہ بندے کو یہ شعور دیتا ہے کہ لوگوں کی ناراضی سے زیادہ اہم اللہ کی رضا ہے اور لوگوں کی معافی سے بڑھ کر اللہ کی مغفرت ہے۔ یہ حقیقت بھی قابلِ غور ہے کہ دنیا کی محبتیں اکثر توقعات سے جڑی ہوتی ہیں، جبکہ اللہ کی محبت بے لوث ہے۔ بندہ گناہ کرتا ہے، پھر بھی رب اسے رزق دیتا ہے؛ بندہ بھول جاتا ہے، پھر بھی رب اسے یاد رکھتا ہے؛ بندہ دور چلا جاتا ہے، پھر بھی رب اسے واپسی کی دعوت دیتا ہے۔ یہ شان صرف اسی ذاتِ اقدس کی ہے جسے قرآن نے "ارحم الراحمین" فرمایا۔ جب انسان اس حقیقت کو جان لیتا ہے تو اس کے دل میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں کی رائے کا قیدی نہیں رہتا بلکہ اللہ کی رضا کا طالب بن جاتا ہے۔ وہ دنیا کی بے مروتی پر شکوہ کرنے کے بجائے رب کی رحمت پر نظر رکھتا ہے۔ اس کے دل میں امید کا چراغ روشن ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اگر ساری دنیا اس سے منہ موڑ لے تو بھی ربِ کریم کا در کبھی بند نہیں ہوگا۔ آج کے دور میں جب انسان ذہنی دباؤ، تعلقات کی تلخیوں اور معاشرتی بے حسی کا شکار ہے، اس جملے کا پیغام پہلے سے کہیں زیادہ اہم معلوم ہوتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے دروازوں پر دستک دینے سے پہلے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو۔ کیونکہ جو مسئلے دنیا حل نہیں کر سکتی، انہیں رب کی رحمت ایک لمحے میں آسان بنا سکتی ہے۔ آخرکار بندۂ مؤمن کا سرمایہ یہی یقین ہے کہ دنیا کی عدالتیں چاہے اسے مجرم سمجھیں، مگر رب کی عدالت میں توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ دنیا چاہے جان لے کر بھی معاف نہ کرے، لیکن میرا رب ایسا کریم ہے کہ ایک سچے سجدے، ایک سچے آنسو اور ایک سچی ندامت پر اپنے بندے کو گلے لگا لیتا ہے۔ یہی تصوف کا خلاصہ ہے، یہی بندگی کی روح ہے اور یہی عشقِ الٰہی کا پیغام ہے کہ بندہ ہر حال میں اپنے رب کی طرف لوٹتا رہے، کیونکہ وہی ایک ذات ہے جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتی، بھٹکے ہوئے مسافروں کو راستہ دکھاتی اور گناہگاروں کو اپنی رحمت کے سمندر میں پناہ عطا فرماتی ہے۔

# افسانہ: خاموش دیواریں


از: الطاف احمد آمبوری
رابطہ ۹۹۵۲۳۹۱۶۶۱


شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے اور محلے کی تنگ گلی میں آہستہ آہستہ اندھیرا اتر رہا تھا۔ گلی کے نکڑ پر واقع پرانا، خستہ حال مکان، جس کی بوسیدہ اکھڑی دیواریں برسوں سے اس محلے کے اتار چڑھاؤ کی گواہ تھیں، آج خلافِ معمول بالکل خاموش تھا۔

اس مکان میں رحیم چاچا اکیلے رہتے تھے۔ کئی دنوں سے کسی نے انہیں باہر آتے جاتے نہیں دیکھا تھا، اور نہ ہی ان کے کھانسنے کی جانی پہچانی آواز سنائی دی تھی۔

پڑوس کے بنگلے میں رہنے والے ساجد صاحب نے اپنی چمکتی ہوئی گاڑی کھڑی کی اور ہاتھ میں پکڑا مہنگا سمارٹ فون جیب میں رکھتے ہوئے رحیم چاچا کے بند دروازے پر ایک سرسری نظر ڈالی۔

"کئی دن ہو گئے، چاچا دکھائی نہیں دیے،" ساجد صاحب کی بیوی نے کچن کی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کہا۔

"ہوں گے کہیں اندر ہمیں کیا؟ اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے آج کل،" ساجد صاحب نے بے نیازی سے کندھے اچکائے اور ٹی وی کا ریموٹ اٹھا کر خبروں کے چینل بدلنے لگے۔

ٹی وی پر دنیا بھر کے مظالم اور حادثات کی خبریں چل رہی تھیں، جنہیں دیکھ کر وہ افسوس سے سر ہلا رہے تھے، لیکن چند فٹ کے فاصلے پر موجود پڑوسی کی خاموشی پر ان کا دل بالکل مطمئن تھا۔

گلی کے دوسری طرف، نوجوانوں کا ایک ٹولہ موبائل اسکرینوں پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ کوئی سوشل میڈیا پر "انسانیت" اور "حقوق" پر لمبی پوسٹ لکھ رہا تھا، تو کوئی ویڈیو گیم میں مگن تھا۔

رحیم چاچا کے گھر کا بند دروازہ ان کے سامنے تھا، لیکن ان کی نظریں اپنی پانچ انچ کی اسکرینوں میں قید تھیں۔

تین دن گزر گئے۔ چوتھے دن رحیم چاچا کے بند مکان سے ایک عجیب سی بو اٹھنے لگی۔ وہ بو اتنی شدید تھی کہ اب اسے نظرانداز کرنا گلی والوں کے لیے ممکن نہ رہا۔

بالآخر، کچھ لوگوں نے جمع ہو کر پولیس کو فون کیا۔ جب پولیس نے آکر مکان کا زنگ آلود تالا توڑا اور اندر داخل ہوئے، تو وہاں کا منظر دیکھ کر سب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

رحیم چاچا اپنے پرانے بستر پر مردہ پڑے تھے۔ ڈاکٹر نے معائنے کے بعد بتایا کہ ان کا انتقال شدید بیماری اور بھوک کی وجہ سے تقریباً تین دن پہلے ہوا تھا۔ یعنی جب ساجد صاحب اپنے ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر دنیا بھر کی بے حسی پر بحث کر رہے تھے اور گلی کے نوجوان سوشل میڈیا پر ہمدردی کے پیغامات شیئر کر رہے تھے، ٹھیک اسی وقت ان کی دیوار کے پیچھے ایک بوڑھا انسان زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا اور انہیں پکارنے کی سکت بھی کھو چکا تھا۔

لاش جب باہر نکالی گئی، تو پورے محلے میں ایک سنسنی خیز خاموشی پھیل گئی۔ ساجد صاحب کی آنکھیں زمین میں گڑی تھیں اور نوجوانوں کے موبائل فون ان کی جیبوں میں خاموش تھے۔ سب لوگ وہاں سے رخصت ہو گئے، لیکن رحیم چاچا کے مکان کی وہ پرانی، اکھڑی ہوئی دیواریں وہیں کھڑی رہیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اینٹ گارے کی دیواریں نہیں، بلکہ اس پورے سماج کی بے حسی اور مردہ ضمیری کا اشتہار تھیں، جو آج بھی گلی میں آنے جانے والے ہر زندہ انسان سے سوال کر رہی تھیں کہ:

"اصل میں کون مر چکا ہے؟ وہ جو اندر تڑپ کر جان دے گیا، یا وہ جو باہر زندہ لاشیں بن کر گھوم رہے ہیں؟"

# غزل

وقت کی دھول میں چہرہ بھی چھپایا ہوگا
ہم نے جو کھو دیا، اس نے بھی گنوایا ہوگا

وہ جو خاموش تھا آنکھوں میں سمندر لے کر
اس نے ہر درد کو ہنس کر ہی چھپایا ہوگا

ہم اکیلے ہی نہیں ہجر کے مارے صاحب
اس نے بھی شہر میں تنہا سا گزارا ہوگا

کوئی رشتہ تھا جو لفظوں میں نہ آپایا کبھی
دل نے ہر بار اسے دل سے لگایا ہوگا

شام ڈھلتے ہی اُتر آتی ہے یادوں کی تھکن
کوئی دروازہ کہیں آج کھلایا ہوگا

مرہمِ وقت سے کچھ زخم تو بھر جاتے ہیں
کوئی زخم ایسا بھی ہے جو نہ بھر پایا ہوگا

عمر بھر جس کی تمنا میں رہے ہم فیصل
اس نے اک بار ہمیں یاد تو آیا ہوگا

از قلم فیضان فیصل
۔جمال نگر، سہرسہ، بہار، انڈیا

# انکاؤنٹر کبھی انصاف کا متبادل نہیں


از قلم: ڈاکٹر سید تابش امام


جرائم کے بڑھتے ہوئے واقعات، عوام میں عدم تحفظ کے احساس اور انصاف کی سست رفتار فراہمی نے ملک میں ایک ایسی فضا پیدا کر دی ہے جہاں بعض اوقات قانون کی راہ طویل محسوس ہونے لگتی ہے اور فوری انتقام کو ہی انصاف کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ایسے ماحول میں جب کسی مبینہ مجرم کی پولیس انکاؤنٹر میں ہلاکت کی خبر سامنے آتی ہے تو معاشرے کا ایک طبقہ اسے جرائم پر قابو پانے کا مؤثر ذریعہ قرار دیتا ہے، جبکہ دوسرا طبقہ اسے آئین، قانون اور انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی سمجھتا ہے۔ یہی بحث گزشتہ ماہ بہار کے ضلع بھوجپور میں بھرت تیواری کی انکاؤنٹر میں ہلاکت کے بعد ایک بار پھر شدت اختیار کر گئی۔

اس واقعے نے صرف پولیس کی کارروائی ہی نہیں بلکہ پورے نظامِ عدل کو بحث کے مرکز میں لا کھڑا کیا۔ اس مرتبہ سوالات صرف حزبِ اختلاف کی جانب سے نہیں اٹھے بلکہ حکمراں اتحاد کے بعض مقامی رہنماؤں نے بھی اس کارروائی پر شبہات ظاہر کرتے ہوئے شفاف تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ اس صورتحال نے ایک بنیادی آئینی سوال کو نمایاں کر دیا کہ کیا ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عدالتی فیصلے سے پہلے ہی کسی شخص کی زندگی کا خاتمہ کر دے؟ کیا پولیس کی کارروائی عدالتی عمل کا متبادل بن سکتی ہے؟ اور اگر آج یہ اختیار ایک ملزم کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے تو کل کسی بے گناہ کو اس سے محفوظ رکھنے کی ضمانت کیا ہوگی؟

یہ پہلا موقع نہیں کہ بہار یا ملک کے کسی دوسرے حصے میں کسی پولیس انکاؤنٹر پر سوالات اٹھے ہوں۔ گزشتہ چند برسوں میں مختلف ریاستوں سے ایسے متعدد واقعات سامنے آئے جنہیں پولیس نے جوابی کارروائی قرار دیا، مگر بعد کی تحقیقات میں کئی نئے حقائق بھی منظرِ عام پر آئے۔ کہیں عدالتی جانچ کا حکم دیا گیا، کہیں انسانی حقوق کی تنظیموں نے اعتراضات کیے اور کہیں متاثرہ خاندانوں نے انصاف کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس کے باوجود انکاؤنٹر کو جرائم سے نمٹنے کے ایک فوری حل کے طور پر پیش کرنے کا رجحان مسلسل بڑھتا گیا۔

اس سوچ کو فروغ دینے میں سیاست کا کردار بھی کم اہم نہیں رہا۔ گزشتہ چند برسوں میں جب بھی کوئی ہولناک جرم پیش آیا، بعض سیاسی حلقوں نے عدالتی کارروائی کے بجائے فوری انکاؤنٹر، بلڈوزر کارروائی یا موقع پر سزا دینے جیسے نعروں کو عوامی جذبات سے جوڑ دیا۔ سوشل میڈیا نے بھی اس رجحان کو مزید تقویت بخشی۔ ملزم کی گرفتاری کے چند گھنٹوں کے اندر ہی انکاؤنٹر کے مطالبات سامنے آنے لگتے ہیں، گویا عدالتیں غیر ضروری ادارے اور آئینی تقاضے محض رسمی کارروائیاں ہوں۔ اس طرزِ فکر نے قانون کی حکمرانی کے تصور کو کمزور کیا ہے اور عدالتی نظام پر عوام کے اعتماد کو بھی متاثر کیا ہے۔

بھرت تیواری کے معاملے نے ایک اور حقیقت بھی آشکار کر دی کہ اصولی مؤقف اکثر سیاسی مصلحتوں کے تابع ہو جاتا ہے۔ جب انکاؤنٹر کسی ایسے شخص کا ہو جسے سیاسی یا سماجی طور پر مخالف سمجھا جاتا ہو تو اسے سخت حکمرانی کی علامت قرار دیا جاتا ہے، لیکن جب متاثرہ شخص اپنے ہی سماجی یا سیاسی حلقے سے تعلق رکھتا ہو تو وہی کارروائی فرضی انکاؤنٹر اور حراستی قتل کہلانے لگتی ہے۔ انصاف کا یہ دوہرا معیار کسی بھی جمہوری معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے، کیونکہ قانون کی روح یہی ہے کہ اس کا اطلاق ہر شخص پر یکساں ہو، خواہ اس کی ذات، مذہب، طبقہ یا سیاسی وابستگی کچھ بھی ہو۔

ہندوستان کا آئین ریاست کو لامحدود اختیارات نہیں دیتا۔ آئین کا آرٹیکل ۱۴ ہر شہری کو قانون کے سامنے مساوات کی ضمانت دیتا ہے، جبکہ آرٹیکل ۲۱ واضح کرتا ہے کہ کسی بھی شخص کو اس کی زندگی یا شخصی آزادی سے صرف قانون کے مقررہ طریقۂ کار کے مطابق ہی محروم کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محض کسی جرم کا الزام لگ جانے سے کسی شہری کے بنیادی حقوق ختم نہیں ہو جاتے۔ ملزم، عدالت کے فیصلے سے پہلے مجرم نہیں بن جاتا اور نہ ہی ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عدالتی عمل کو نظرانداز کر کے خود ہی سزا نافذ کر دے۔

اسی اصول کی بنیاد پر دنیا کی تمام جمہوری ریاستوں میں عدالتی نظام کو انصاف کا واحد معتبر ذریعہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ پولیس کی ذمہ داری جرم کی روک تھام، ملزم کی گرفتاری، شواہد جمع کرنا اور عدالت کے سامنے مضبوط مقدمہ پیش کرنا ہے، نہ کہ خود فیصلہ صادر کرنا۔ اگر تفتیش، فیصلہ اور سزا تینوں اختیارات ایک ہی ادارے کے ہاتھ میں آجائیں تو قانون کی حکمرانی کی جگہ طاقت کی حکمرانی قائم ہو جاتی ہے، اور اس کا پہلا نشانہ ہمیشہ عام شہری کے بنیادی حقوق بنتے ہیں۔

سپریم کورٹ نے بھی متعدد فیصلوں میں اسی آئینی اصول کو پوری وضاحت کے ساتھ دہرایا ہے۔ پیپلز یونین فار سول لبرٹیز بنام ریاست مہاراشٹر (۲۰۱۴) کے تاریخی فیصلے میں عدالتِ عظمیٰ نے واضح کیا کہ ہر پولیس انکاؤنٹر کی آزادانہ، غیر جانب دار اور شفاف جانچ ناگزیر ہے۔ عدالت نے ہدایت دی کہ ایسے ہر واقعے میں ایف آئی آر درج کی جائے، مجسٹریٹ انکوائری کرائی جائے، شواہد محفوظ رکھے جائیں، فرانزک جانچ کرائی جائے، ضرورت پڑنے پر آزاد تحقیقاتی ادارے سے تفتیش کرائی جائے اور متعلقہ انسانی حقوق کمیشن کو بھی مطلع کیا جائے۔ ان رہنما اصولوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ اگر پولیس نے واقعی اپنے دفاع میں گولی چلائی ہے تو اس کی صداقت غیر جانب دار تحقیقات سے ثابت ہو، اور اگر اختیارات کا ناجائز استعمال ہوا ہے تو ذمہ دار اہلکار بھی قانون کے مطابق جواب دہ ہوں۔

عدالتِ عظمیٰ نے اوم پرکاش بنام ریاست جھارکھنڈ میں بھی دوٹوک الفاظ میں قرار دیا کہ فرضی انکاؤنٹر دراصل بے رحمی سے کیا گیا قتل ہے اور اس میں ملوث اہلکار کسی خصوصی رعایت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ ان فیصلوں سے یہ اصول مزید مستحکم ہوتا ہے کہ آئین کی بالادستی صرف شہریوں پر ہی نہیں بلکہ ریاستی اداروں پر بھی یکساں طور پر لازم ہے۔

اسی طرح قومی انسانی حقوق کمیشن برسوں سے اس بات پر زور دیتا آیا ہے کہ پولیس انکاؤنٹر کو محض سرکاری بیان کی بنیاد پر درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کمیشن کی ہدایات کے مطابق ہر ایسے واقعے کی آزادانہ تفتیش، مجسٹریٹ انکوائری، پوسٹ مارٹم کی ویڈیو ریکارڈنگ، فرانزک شواہد کا تحفظ اور مقتول کے اہلِ خانہ کو قانونی عمل سے باخبر رکھنا ضروری ہے۔ ان رہنما اصولوں کا مقصد پولیس کے اختیارات محدود کرنا نہیں بلکہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ساکھ کو مضبوط بنانا ہے۔ شفاف تحقیقات نہ صرف بے گناہوں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ دیانت دار پولیس اہلکاروں کو بھی بے بنیاد الزامات سے محفوظ رکھتی ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں ایک ایسی ذہنیت پروان چڑھ رہی ہے جس میں عدالتی فیصلے سے پہلے ہی کسی شخص کو مجرم سمجھ لیا جاتا ہے۔ ٹیلی ویژن مباحث، سوشل میڈیا کی مہمات اور سیاسی بیانات کئی مرتبہ عوامی رائے کو اس مقام تک پہنچا دیتے ہیں جہاں قانونی عمل غیر ضروری اور فوری سزا ہی انصاف محسوس ہونے لگتی ہے۔ حالاں کہ تاریخ اس حقیقت کی گواہ ہے کہ ہجوم کا فیصلہ ہمیشہ انصاف پر مبنی نہیں ہوتا۔ اگر عوامی جذبات ہی قانون کا معیار بن جائیں تو پھر کل کسی بے گناہ کو بھی محض شبہے کی بنیاد پر زندگی سے محروم کیا جا سکتا ہے۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستانی پولیس نہایت دشوار حالات میں اپنی ذمہ داریاں انجام دیتی ہے۔ دہشت گردی، منظم جرائم، اغوا، اسمگلنگ اور مسلح جرائم پیشہ عناصر کے خلاف کارروائیوں میں متعدد پولیس اہلکار اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ ایسے غیر معمولی حالات میں اگر پولیس کو واقعی اپنے دفاع میں گولی چلانا پڑے تو قانون اس کی اجازت دیتا ہے، لیکن اس استثنائی اختیار کو معمول بنا دینا یا ہر ہلاکت کو بہادری کی علامت بنا کر پیش کرنا قانون کی روح کے منافی ہے۔ اسی لیے ہر انکاؤنٹر کی غیر جانب دارانہ جانچ ناگزیر ہے تاکہ حقیقت جذبات، قیاس آرائیوں یا سرکاری بیانات کے بجائے ٹھوس شواہد کی بنیاد پر سامنے آئے۔

بھرت تیواری کا معاملہ بھی اسی اصول کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر پولیس کا مؤقف درست ہے تو فرانزک رپورٹ، کال ڈیٹا، موقعِ واردات سے حاصل شدہ شواہد اور آزادانہ تحقیقات اس کی توثیق کریں گی۔ لیکن اگر کسی شخص کو حراست میں لینے کے بعد انکاؤنٹر کی کہانی ترتیب دی گئی ہے تو یہ محض ایک فرد کے حقِ حیات کی پامالی نہیں بلکہ ریاست کے آئینی کردار پر بھی ایک سنگین سوال ہوگا۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ نہ پولیس کو پہلے ہی قصوروار قرار دیا جائے اور نہ ہی اسے تحقیق اور احتساب سے بالاتر سمجھا جائے۔

اس واقعے نے ایک اور اہم حقیقت بھی نمایاں کر دی ہے کہ قانون کی بالادستی کا مطالبہ اصولوں کی بنیاد پر ہونا چاہیے، نہ کہ سیاسی مصلحتوں کے تابع۔ اگر کسی جماعت یا سماجی گروہ کو انکاؤنٹر اس وقت قابلِ قبول لگے جب متاثرہ شخص اس کا مخالف ہو، اور ناقابلِ قبول اس وقت محسوس ہو جب نشانہ اس کے اپنے حلقے کا فرد بن جائے، تو یہ آئین سے وابستگی نہیں بلکہ سیاسی مفاد کی عکاسی ہوگی۔ آئین کی عظمت اسی میں ہے کہ وہ طاقت ور اور کمزور، اکثریت اور اقلیت، دوست اور مخالف—سب کے لیے ایک ہی معیار متعین کرتا ہے۔

درحقیقت انکاؤنٹر کلچر کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ عدالتی نظام پر عوام کے اعتماد کو بتدریج کمزور کر دیتا ہے۔ جب ریاست خود یہ تاثر دینے لگے کہ عدالتوں کے ذریعے انصاف کا حصول دشوار ہے اور گولی ہی آخری حل ہے تو معاشرے میں قانون کے بجائے طاقت پر یقین بڑھنے لگتا ہے۔ ایسی سوچ جمہوری نظام کو رفتہ رفتہ اس مقام تک پہنچا دیتی ہے جہاں انصاف کی جگہ خوف، دلیل کی جگہ قوت اور آئین کی جگہ شخصی اختیار لے لیتا ہے۔ اس کا نقصان کسی ایک فرد یا ادارے کو نہیں بلکہ پورے معاشرے کو اٹھانا پڑتا ہے۔

یہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ جرائم کا خاتمہ صرف سخت کارروائیوں سے ممکن نہیں ہوتا بلکہ مضبوط اداروں، مؤثر تفتیش اور بروقت انصاف سے ممکن ہوتا ہے۔ جب تفتیش کمزور ہو، گواہ غیر محفوظ ہوں، مقدمات برسوں تک زیرِ التوا رہیں اور سزا کا عمل غیر معمولی تاخیر کا شکار ہو تو عوام میں بے چینی پیدا ہونا فطری ہے۔

یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کی جا سکتی کہ کسی بھی مہذب ریاست کی اصل طاقت اس کے اسلحہ خانے میں نہیں بلکہ اس کے آئینی اداروں کی ساکھ میں ہوتی ہے۔ پولیس کا وقار بھی اسی وقت برقرار رہتا ہے جب وہ قانون کی محافظ کے طور پر دیکھی جائے، قانون سے بالاتر قوت کے طور پر نہیں۔ اسی طرح عدلیہ کی عظمت بھی اسی میں ہے کہ ہر ملزم کو منصفانہ سماعت کا حق حاصل ہو اور سزا صرف شواہد اور قانون کی بنیاد پر سنائی جائے۔

بھوجپور کا واقعہ خواہ کسی بھی نتیجے پر پہنچے، اس نے ایک بار پھر یہ احساس دلایا ہے کہ ہندوستان جیسے آئینی جمہوری ملک میں انصاف کا راستہ عدالت سے ہو کر گزرتا ہے، پولیس کی بندوق کی نالی سے نہیں۔ اگر ہم واقعی ایک محفوظ، منصفانہ اور قانون پر مبنی معاشرہ چاہتے ہیں تو وقتی جذبات کے بجائے آئین کی دائمی اقدار پر اعتماد کرنا ہوگا۔ ریاست اور شہری کے درمیان اعتماد کی بنیاد بھی یہی ہے کہ ہر شخص کو یقین ہو کہ اس کے ساتھ قانون کے مطابق اور بلاامتیاز سلوک کیا جائے گا۔

آج ضرورت کسی انکاؤنٹر کلچر کی نہیں بلکہ ایک ایسے مضبوط نظامِ انصاف کی ہے جہاں بے گناہ خوف سے آزاد ہو، مجرم سزا سے نہ بچ سکے، پولیس قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے مؤثر کارروائی کرے اور عدالتیں بلاتاخیر انصاف فراہم کریں۔ جرائم کے خلاف سختی ضرور ہونی چاہیے، مگر اس سختی کی بنیاد آئین اور قانون ہوں، نہ کہ وقتی عوامی جذبات یا سیاسی مصلحتیں۔

آخر میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ انکاؤنٹر کسی ملزم کا خاتمہ تو کر سکتا ہے، مگر جرم، ناانصافی اور عدالتی کمزوریوں کا علاج نہیں۔ ایک آئینی جمہوریت میں ریاست کی اصل طاقت بندوق کی گولی نہیں بلکہ قانون کی بالادستی، غیر جانب دار تفتیش اور آزاد عدلیہ ہوتی ہے۔ اگر اس بنیادی اصول سے انحراف کیا جائے تو وقتی طور پر سخت حکمرانی کا تاثر ضرور پیدا ہو سکتا ہے، لیکن طویل مدت میں اس کی قیمت خود قانون کی حکمرانی کو چکانی پڑتی ہے۔ اس لیے یہ حقیقت ہمیشہ پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ انکاؤنٹر کبھی انصاف کا متبادل نہیں بن سکتا۔

رابطہ۔۔۔۔۔۹۹۳۴۹۳۳۹۹۲

ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز
Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
تعارفی کالم
09/جولائی 2026 مطابق 23/ محرم الحرام 1448ھ 25 گتے اساڑ 2083

# * محفل ایصال ثواب بموقع چہارم مرحوم جناب محمد عبد الحلیم راعین صاحب نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ اختتام پذیر *

مفتی سراج احمد قادری مصباحی، ممبئی، انڈیا

والد محترم، مرحوم جناب محمد عبدالحلیم راعین صاحب کے چہارم کے موقع پر ایک نہایت روحانی، باوقار اور ایمان افروز محفل ایصال ثواب کا انعقاد کیا گیا، جو ذکر و اذکار، درود و سلام، تلاوت قرآن کریم، نعت و منقبت، وعظ و نصیحت اور رقت آمیز دعاؤں کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچی۔ محفل کا ہر لمحہ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت، ایصال ثواب اور حاضرین کے لیے فکر آخرت و اصلاح اعمال کا پیغام بن کر سامنے آیا۔

اس بابرکت محفل میں مفتیان کرام، علمائے عظام، مشائخ کرام، دارالعلوم قادریہ غوثیہ کے اساتذۂ کرام، طلبۂ عظام، شعرائے کرام، نعت خواں حضرات، معزز سماجی شخصیات اور مرغیا چک و اطراف کے عوام و خواص کی کثیر تعداد نے شرکت کرکے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت، ایصال ثواب اور اہل خانہ سے اظہار تعزیت و ہمدردی کیا۔ حاضرین نے مرحوم کے درجات کی بلندی کے لیے بارگاہِ الٰہی میں خصوصی دعائیں کیں۔

محفل کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کے بعد نعت و منقبت کا روح پرور سلسلہ جاری رہا۔ شعرائے کرام اور ثناخوانان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پرسوز اور ایمان افروز کلام کے ذریعے سامعین کے دلوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبت اہلِ بیت اطہار اور اولیائے کرام کی عقیدت کی شمعیں روشن کردیں، جس سے پورا ماحول روحانی کیفیت میں ڈوب گیا۔

اس کے بعد دارالعلوم قادریہ غوثیہ کے معزز اساتذۂ کرام حضرت مفتی نیاز صاحب قبلہ اور حضرت مولانا غلام مذکر صاحب نے موت کی حقیقت، زندگی کی بے ثباتی، آخرت کی تیاری اور انسان کی شرعی ذمہ داریوں پر نہایت مدلل، مؤثر اور سبق آموز گفتگو فرمائی۔ مقررین نے اس حقیقت پر زور دیا کہ دنیا عارضی ہے جبکہ آخرت دائمی زندگی ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔

بعد ازاں حضرت مفتی رضاء الدین صاحب قبلہ نے قرآن و سنت کی روشنی میں حیات و موت کے فلسفے کو انتہائی دلنشیں اور حکیمانہ انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کی اصل کامیابی دنیاوی مال و دولت یا جاہ و منصب میں نہیں بلکہ ایمان، تقویٰ، اخلاص اور اعمال صالحہ میں ہے۔ آپ نے حاضرین کو توبہ، استغفار، حسن اخلاق اور حقوق العباد کی ادائیگی کی تلقین فرمائی۔

برادر اصغر حافظ و قاری محمد معراج مرکزی صاحب نے اپنے جامع اور مدلل خطاب میں قرآن و حدیث کے متعدد حوالوں سے موت کی ناگزیریت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ دنیا کا ہر ذی روح ایک دن موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے، اس لیے ہر انسان کو غفلت کی زندگی چھوڑ کر اپنی آخرت سنوارنے کی فکر کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن کسی کا حسب و نسب، دولت یا اقتدار کام نہیں آئے گا بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ ہی نجات کا ذریعہ ہوں گے، اس لیے ہر مسلمان کو اپنے رب کے حضور جواب دہی کا احساس ہمیشہ اپنے دل میں زندہ رکھنا چاہیے۔

اس کے بعد مفتی سراج احمد قادری مصباحی صاحب قبلہ نے نہایت فکر انگیز، مدلل اور ایمان افروز خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ایصال ثواب امت محمدیہ ﷺ کے عظیم امتیازات میں سے ایک عظیم الشان نعمت اور خصوصی سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے صدقے اس امت کو یہ شرف عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنی نیکیاں، تلاوت قرآن، صدقات، خیرات، دعا، درود شریف اور دیگر اعمال صالحہ کا ثواب اپنے مرحومین کو پہنچا سکتی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نہ صرف مرحومین کو اس سے نفع پہنچاتا ہے بلکہ ایصال ثواب کرنے والوں کو بھی بے شمار اجر و ثواب اور رحمتوں سے نوازتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ امت محمدیہ ﷺ "امت مرحومہ" ہے، جس پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں سایہ فگن رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کے زندہ افراد اپنے مرحومین کے لیے دعا، استغفار، صدقہ اور دیگر نیک اعمال کے ذریعے ان کے درجات بلند کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ اسلامی تعلیمات کا نہایت حسین اور رحمت بھرا پہلو ہے کہ مرنے کے بعد بھی اہل ایمان کے ساتھ خیر خواہی اور نفع رسانی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ والدین کے حقوق صرف ان کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ ان کے وصال کے بعد بھی اولاد کی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے لیے مسلسل دعا کرے، قرآن کریم کی تلاوت کرے، صدقہ و خیرات کرے اور ہر ممکن نیکی کا ثواب انہیں پہنچائے۔ جو اولاد اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کا اہتمام کرتی ہے وہ درحقیقت اپنی دنیا و آخرت دونوں کو سنوارتی ہے۔

آپ نے نوجوانوں کو خصوصی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کا دور فتنوں، گناہوں اور بے راہ روی کا دور ہے، لہٰذا نوجوان اپنے ایمان، کردار اور اخلاق کی حفاظت کریں، نمازوں کی پابندی اختیار کریں، قرآن کریم سے اپنا تعلق مضبوط کریں، والدین کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور زندگی کو سنت رسول ﷺ کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں۔ آپ نے فرمایا کہ انسان جب دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے، اس وقت اسے اپنے اہل خانہ کی دعاؤں، استغفار، صدقات اور ایصال ثواب کی شدید ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے تمام مرحومین کو کبھی دعاؤں سے فراموش نہ کریں۔

اپنے خطاب کے اختتام پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے وہ گناہوں سے بچنے، نیک اعمال اختیار کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور یہی فکر انسان کو دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔

اختتامی خطاب میں پیر طریقت، قاضی شہر سیتامڑھی، حضرت علامہ مولانا محمد اسلم القادری صاحب قبلہ، پرنسپل دارالعلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک نے مختصر مگر نہایت مؤثر نصیحتیں فرمائیں۔ آپ نے مرحوم کے لیے مغفرت، بلندیٔ درجات، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور اہل خانہ کے لیے صبر جمیل کی دعا کی۔ بعد ازاں صلاۃ و سلام پیش کیا گیا اور قاضیِ شہر سیتامڑھی صاحب قبلہ کی رقت آمیز، جامع اور روح پرور دعا پر یہ نورانی و ایمان افروز محفل اختتام پذیر ہوئی۔

اس موقع پر حضرت علامہ مولانا محمد طیب عالم نوری صاحب قبلہ (ناظم اعلیٰ دارالعلوم قادریہ غوثیہ)، حضرت علام و مولانا محمد جمیل اختر مصباحی، حضرت حافظ و قاری ولی الرحمن صاحب قبلہ، حضرت مولانا مفتی سرفراز عالم صاحب، حضرت حافظ و قاری اعجاز احمد نظامی، حضرت مولانا شہباز صاحب، حضرت حافظ و قاری محمد شاہنواز، حضرت مولانا محمد افتخار عالم، حضرت مولانا محمد اعجاز احمد سمیت دارالعلوم قادریہ غوثیہ کے جملہ اساتذۂ کرام، طلبۂ عظام، معزز شخصیات، اہلِ خاندان، رشتہ داروں اور عوام و خواص کی بڑی تعداد شریکِ محفل رہی۔

محفل کے اختتام پر والد گرامی مرحوم جناب محمد عبدالحلیم راعین صاحب کے ایصال ثواب کے لیے خصوصی دعا کی گئی اور بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہوکر ان کی کامل مغفرت، وسیع رحمت، بلندیٔ درجات اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمانے کی التجا کی گئی، نیز تمام مرحومین اہل ایمان کی بخشش اور امت مسلمہ کی سلامتی و اتحاد کے لیے بھی خصوصی دعائیں کی گئیں۔

# جواں سال صحافی فیضان جاوید کا انتقال، صحافتی حلقوں میں غم کی لہر

آپ نے فرمایا کہ امت محمدیہ ﷺ "امت مرحومہ" ہے، جس پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں سایہ فگن رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کے زندہ افراد اپنے مرحومین کے لیے دعا، استغفار، صدقہ اور دیگر نیک اعمال کے ذریعے ان کے درجات بلند کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ اسلامی تعلیمات کا نہایت حسین اور رحمت بھرا پہلو ہے کہ مرنے کے بعد بھی اہل ایمان کے ساتھ خیر خواہی اور نفع رسانی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ والدین کے حقوق صرف ان کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ ان کے وصال کے بعد بھی اولاد کی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے لیے مسلسل دعا کرے، قرآن کریم کی تلاوت کرے، صدقہ و خیرات کرے اور ہر ممکن نیکی کا ثواب انہیں پہنچائے۔ جو اولاد اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کا اہتمام کرتی ہے وہ درحقیقت اپنی دنیا و آخرت دونوں کو سنوارتی ہے۔

آپ نے نوجوانوں کو خصوصی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کا دور فتنوں، گناہوں اور بے راہ روی کا دور ہے، لہٰذا نوجوان اپنے ایمان، کردار اور اخلاق کی حفاظت کریں، نمازوں کی پابندی اختیار کریں، قرآن کریم سے اپنا تعلق مضبوط کریں، والدین کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں اور زندگی کو سنت رسول ﷺ کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں۔ آپ نے فرمایا کہ انسان جب دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے، اس وقت اسے اپنے اہل خانہ کی دعاؤں، استغفار، صدقات اور ایصال ثواب کی شدید ضرورت ہوتی مختصر علالت کے بعد حرکتِ قلب بند ہونے سے انتقال؛ نمازِ جنازہ و تدفین آج رات اٹاپ ہل مسلم قبرستان میں ہوگی

ممبئی: ممبئی کے ممتاز سینئر صحافی جناب جاوید جمال الدین کے جواں سال صاحبزادے، باصلاحیت صحافی فیضان جاوید مختصر علالت کے بعد آج علی الصبح تقریباً ۵ بجے اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ ان کے انتقال کی خبر سے ممبئی کے صحافتی، سماجی اور علمی حلقوں میں گہرے رنج و غم کی لہر دوڑ گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم فیضان جاوید کی عمر تقریباً ۳۵ برس تھی۔ انہوں نے ماس کمیونیکیشن میں پوسٹ گریجویشن کیا تھا اور صحافت و میڈیا کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کے بل پر نمایاں مقام حاصل کیا۔ اپنے پیشہ ورانہ سفر کے دوران انہوں نے دوردرشن، زی نیوز اور این ڈی ٹی وی جیسے معروف اداروں میں خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں وہ نیٹ ورک ۱۸ سے وابستہ ہوئے، جہاں انہوں نے منی کنٹرول ویب سائٹ کے لیے بھی صحافتی ذمہ داریاں نبھائیں۔ حالیہ عرصے میں وہ اوریون نامی ملٹی میڈیا اور ایونٹ مینجمنٹ ادارے سے وابستہ تھے، جہاں وہ اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریاں بخوبی انجام دے رہے تھے۔

اطلاعات کے مطابق ۱۱ جون کو دفتر میں کام کے دوران انہیں شدید دل کا دورہ پڑا، جس کے بعد فوری طور پر اسپتال منتقل کیا گیا۔ علاج کے بعد طبیعت میں بہتری آنے پر ۲۶ جون کو انہیں گھر جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ تاہم گزشتہ شب اچانک ان کی طبیعت دوبارہ بگڑ گئی، جس پر انہیں فوری طور پر اسپتال لے جایا گیا، لیکن تمام تر طبی کوششوں کے باوجود وہ جانبر نہ ہو سکے اور آج صبح تقریباً پانچ بجے انتقال کر گئے۔

مرحوم اپنے پس ماندگان میں والد، اہلیہ اور تین بہنوں کو سوگوار چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے انتقال سے نہ صرف اہلِ خانہ بلکہ ان کے ساتھی صحافیوں، دوستوں اور جاننے والوں کو بھی گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ انہیں ایک خوش اخلاق، ملنسار، باصلاحیت اور ذمہ دار صحافی کے طور پر یاد کیا جارہا ہے، جنہوں نے مختصر مدت میں اپنی پیشہ ورانہ قابلیت اور اخلاقِ حسنہ سے سب کے دلوں میں جگہ بنائی۔

مرحوم کی نمازِ جنازہ اور تدفین آج (۶ جولائی) رات ۱۰:۰۰ بجے اٹاپ ہل مسلم قبرستان، ممبئی میں عمل میں آئے گی۔

تمام احباب، عزیز و اقارب، صحافی برادری اور خیر خواہوں سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت، بلندیٔ درجات اور اہلِ خانہ، خصوصاً جناب جاوید جمال الدین صاحب کے لیے صبر جمیل کی خصوصی دعا کی درخواست کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم فیضان جاوید کی کامل مغفرت فرمائے، ان کی قبر کو نور سے بھر دے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور تمام سوگواران کو یہ عظیم صدمہ صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

# راجستھان و بنگال میں زنا بالجبر کے واقعات کی رضا اکیڈمی کی شدید مذمت

مجرموں کو پھانسی دی جائے، حکومت زنا کے لیے سخت ترین قانون بنائے: الحاج محمد سعید نوری

ممبئی، ۹ جولائی (اسٹاف رپورٹر): رضا اکیڈمی کے سربراہ الحاج محمد سعید نوری نے راجستھان اور بنگال میں پیش آئے زنا بالجبر کے دل دہلا دینے والے واقعات کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ایسے درندہ صفت مجرموں کو فوری طور پر پھانسی کی سزا دی جائے اور زنا بالجبر کے جرائم کے خلاف سخت ترین قوانین نافذ کیے جائیں تاکہ معاشرے میں قانون کا خوف پیدا ہو اور ایسے جرائم کا مکمل سدباب ہوسکے۔

رضا اکیڈمی میں منعقدہ علمائے اہلِ سنت کی ایک اہم میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے الحاج محمد سعید نوری نے کہا کہ اسلامی قانون میں ایسے سنگین جرائم کے مرتکبین کے لیے عبرتناک سزائیں مقرر کی گئی ہیں تاکہ معاشرے میں امن و امان برقرار رہے اور کوئی شخص اس قسم کے جرم کی جرأت نہ کرے۔ انہوں نے کہا کہ آج لوگوں کے دلوں سے خدا اور قانون کا خوف کم ہوتا جارہا ہے، بے راہ روی میں اضافہ ہورہا ہے اور معاشرتی اقدار تیزی سے زوال پذیر ہیں، اس لیے حکومت کو مؤثر اور سخت قانون سازی کرنی چاہیے۔

اجلاس میں شریک علمائے کرام نے راجستھان میں ایک نابالغ بچی کے ساتھ زنا بالجبر کے واقعے کو

حیوانیت قرار دیتے ہوئے کہا کہ کشمیر کی آصفہ اور دہلی کی نربھیا جیسے مقدمات میں انصاف میں تاخیر بھی ایسے جرائم کے بڑھنے کی ایک اہم وجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ صالح اور محفوظ معاشرے کی تشکیل کے لیے حکومت، عدلیہ اور عوام سب کو اپنی ذمہ داریاں نبھانی ہوں گی۔

مولانا اعجاز احمد کشمیری نے اپنے خطاب میں کہا کہ جرم کو دیکھا جانا چاہیے، نہ کہ مجرم کی حیثیت یا اثر و رسوخ کو۔ اگر بااثر افراد کو قانون سے بچایا جائے گا تو جرائم پیشہ عناصر کے حوصلے بلند ہوں گے اور معاشرے میں بدامنی میں اضافہ ہوگا۔ اس میٹنگ میں محمد عارف رضوی (سیکریٹری رضا اکیڈمی)، مولانا امان اللہ رضا (خطیب قبا مسجد)، مولانا خلیل الرحمن نوری، مولانا محمد عارف (سنی بلال مسجد)، مولانا قمر رضا اشرفی، برکات احمد اشرفی، مولانا محمد عباس رضوی، محمد ناظم خان اور

# "نعتِ رسول ﷺ کی برکتیں اور کلامِ اعلیٰ حضرت کی عالمگیر مقبولیت"

دنیا کی تاریخ میں شاعری کی بے شمار اصناف وجود میں آئیں، جن میں محبت، فطرت، فلسفہ، حماست اور معاشرتی موضوعات پر لاکھوں اشعار کہے گئے؛ مگر شاعری کی تمام اصناف میں نعتِ رسولِ اکرم ﷺ کو جو عظمت، تقدس اور روحانی رفعت حاصل ہے وہ کسی اور صنف کو نصیب نہیں۔ نعت گوئی دراصل عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے اظہار کا ایک پاکیزہ وسیلہ ہے، جس میں شاعر اپنی تمام تر عقیدت، محبت اور وارفتگی کو الفاظ کا جامہ پہناتا ہے۔

نعت کا تعلق محض ادب سے نہیں بلکہ ایمان و عقیدت سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اہلِ ایمان نے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کرنا اپنے لیے سعادت سمجھا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کا ذکر بلند فرمایا اور آپ کی عظمت و رفعت کو اپنی کتابِ مقدس میں جگہ دی۔ جب خالقِ کائنات اپنے محبوب کا ذکرِ خیر فرمائے تو مخلوق کی جانب سے ان کی مدح و ثنا یقیناً عبادت اور موجبِ سعادت ہے۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نعت گوئی کی بنیاد عہدِ نبوی ہی میں پڑ چکی تھی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بارگاہِ رسالت میں نعتیہ اشعار پیش کیے اور حضور اکرم ﷺ کی دعاؤں سے سرفراز ہوئے۔ اسی نسبت نے نعت گوئی کو محض فن نہیں بلکہ ایک مقدس خدمت کا درجہ عطا کیا۔ نعت پڑھنے اور سننے والوں نے ہر دور میں اس کی روحانی برکتوں کا مشاہدہ کیا ہے۔ نعت دلوں میں محبتِ رسول ﷺ کی شمع روشن کرتی ہے، ایمان کو تازگی بخشتی ہے، ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے قلب و روح کو سکون عطا کرتی ہے اور انسان کو سنتِ نبوی کی پیروی کی طرف مائل کرتی ہے۔ بلاشبہ جس دل میں عشقِ رسول ﷺ آباد ہوجائے وہی حقیقی کامیابی کا مستحق ہے۔

نعت گو شاعر کا مقام بھی نہایت بلند ہے۔ وہ اپنے قلم کو محبوبِ خدا ﷺ کی مدح کے لیے وقف کرتا ہے اور اپنی فکری و ادبی صلاحیتوں کو عشقِ رسول ﷺ کی اشاعت کا ذریعہ بناتا ہے۔ تاہم نعت گوئی ایک حساس میدان ہے جہاں ادبِ بارگاہِ رسالت کو ہر چیز پر مقدم رکھنا ضروری ہے۔ اسی لیے اکابرِ اہلِ سنت نے ہمیشہ ایسی نعت گوئی کی حوصلہ افزائی فرمائی جو عقائدِ صحیحہ اور آدابِ شرعیہ کے مطابق ہو۔ جب اردو نعتیہ شاعری کا ذکر آتا ہے تو امامِ اہلِ سنت، مجددِ دین و ملت، عاشقِ رسول عظیم، امام احمد رضا خان بریلوی کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ آپ نے جس انداز سے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو شعر و ادب کا قالب عطا کیا، اس کی مثال اردو ادب میں کم ہی ملتی ہے۔ آپ کا نعتیہ دیوان حدائقِ بخشش عشق و ادب کا ایسا شاہکار ہے جسے اہلِ محبت آج بھی عقیدت سے پڑھتے اور سنتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے کلام کی مقبولیت کا راز صرف فصاحت و بلاغت نہیں بلکہ وہ سوزِ عشق ہے جو ہر شعر میں موجزن دکھائی دیتا ہے۔ ان کے اشعار میں عقیدہ بھی ہے، محبت بھی؛ علم بھی ہے، ادب بھی؛ وارفتگی بھی ہے اور بندگی بھی۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر سے لے کر یورپ، افریقہ، عرب اور دنیا کے مختلف خطوں تک بے شمار نعت خواں حضرات ان کا کلام پڑھ کر سامعین کے دلوں کو منور کرتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت سے نعت خواں حضرات نے کلامِ اعلیٰ حضرت کو اپنی شناخت بنایا اور اسی نسبت سے انہیں عوامی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ کلام عشقِ رسول ﷺ کی سچی ترجمانی کرتا ہے۔ جب الفاظ میں اخلاص، عقیدت اور ادب شامل ہوجائیں تو وہ دلوں میں اتر جاتے ہیں اور زبانوں پر جاری ہوجاتے ہیں۔

موجودہ دور میں جبکہ ادب اور فنون کے مختلف میدان تجارتی رنگ اختیار کرتے جارہے ہیں، نعت گو شعراء اور نعت خواں حضرات کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کہ وہ نعت کو محض شہرت یا تفریح کا

ذریعہ نہ بنائیں بلکہ اسے اصلاحِ امت اور فروغِ عشقِ رسول ﷺ کا وسیلہ بنائیں۔ نعت کی اصل روح محبت، ادب اور اتباعِ سنت ہے، اور یہی وہ پیغام ہے جسے ہر دور میں زندہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ آج بھی جب اعلیٰ حضرت کا یہ عاشقانہ کلام محافلِ نعت و میلاد میں گونجتا ہے تو سامعین کے دلوں پر ایک خاص کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سچا عشق کبھی پرانا نہیں ہوتا اور جو کلام عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہو وہ زمانوں کے بدلنے سے اپنی تاثیر نہیں کھوتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عشقِ رسول ﷺ کی دولت نصیب فرمائے، نعتِ مصطفیٰ ﷺ کے ادب کو سمجھنے اور اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ان خوش نصیب لوگوں میں شامل فرمائے جن کی زبانیں ہمیشہ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سے تر رہتی ہیں۔

نور احمد نور
لیڈوامہوا امر ڈوبھا شہر پنچایت بکھرا بازار ضلع سنت کبیر نگر

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810